بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
عنایاتِ مودودی
علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری
ادارہ معارف نعمانیہ
شادباغ لاہور پاکستان

عنایاتِ مودودی

علامہ عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارہ معارفِ نعمانیہ
شادباغ - لاہور

سلسلہ اشاعت نمبر ۹۱

نام کتاب	عنایتِ مودودی
مصنف	علامہ اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمۃ
صفحات	۱۰۴
سائز	۲۳ × ۳۶ / ۱۶
تعداد	گیارہ صد
اشاعت	۱۹۹۶ء / ۱۴۱۷ھ

ہدیہ:
شائقین علم ۸/- روپے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں۔

ناشر
ادارہ معارفِ نعمانیہ
شادباغ - لاہور

تعارف

چمن زارِ حیات میں اسلام واحد دین ہے۔ جو نظامِ زندگی کے پورے اسلوب سکھاتا ہے۔ مذاہبِ عالم اس تلخ حقیقت سے پوری طرح آشنا ہیں کہ اسلام ہی دینِ فطرت ہے۔ برطانوی جاسوس مسٹر ہمفرے لکھتا ہے۔

"لوگوں میں اسلام کی حقیقی روح کا اثر و نفوذ جس نے انہیں بہادر، بیباک اور پُر عزم بنا دیا تھا۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ایک عام مسلمان مذہبی بنیادوں پہ ایک بہادری کا ہم پلہ تھا"[۱]

برصغیر میں انگریز نے مسلمانوں میں فرقہ بندی کے جو نوکیلے دانت گاڑے تھے عرصہ دراز گزر گیا مگر ابھی تک ان زخموں سے خون اُبل رہا ہے۔ کتنی المناک بات ہے کہ وہابیت، دیوبندیت، قادیانیت اور نیچریت جیسے فرقے انگریز کی ابرو کے اشارے سے عدم سے وجود میں آئے ہر درد دل رکھنے والا مسلمان ان تمام فرقوں کے ہنگاموں سے غمزدہ ہے۔ علامہ اقبال نے ان فرقہ سازوں کی خون کے آنسو رُلانے والی حرکات سے کہا تھا۔

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آذری کر رہے ہیں
بچا کے دامن ان بتوں سے خاک راہ حجاز ہو جا

اس بیسیح کے زہر ہلال کو پینے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسلام کو جتنا نقصان اسلام کا دعویٰ کرنے والوں سے ہوا اتنا کسی دشمنِ اسلام سے نہیں پہنچا۔

کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

سرسید احمد خاں کی حیات اور کارناموں سے تقریباً تمام ہند و پاک کے مسلمان واقف ہیں، سرسید معجزات اور فصاحتِ قرآن کے منکر تھے وہ انگریز سے محبت کرتے تھے۔

۱۔ ہمفرے کے اعترافات۔ مطبوعہ لاہور۔

اور مسلمانوں کے دلوں میں انگریز کی محبت راسخ کرنے کے لیے آن کی کوشش اوراقِ تاریخ میں محفوظ ہیں اکبر مسیح نے لکھا ہے۔

"ہمارے زمانے میں سب سے مشہور مسلمان سرسید احمد خاں گزرے جنہوں نے عقلی دلیل سے معجزۂ فصاحت کا انکار کیا"[۱] سرسید کی فکر و نظر کا تعارف کراتے ہوئے پروفیسر علامہ اصغر علی روحی لکھتے ہیں۔

"سید صاحب نے جہاں اپنی دور بینی سے مسلمانوں کی معاشرت اور تمدن پر نظر ڈال کر انہیں ایک مغربی حکومت کی معاشرت اور تمدن کے رنگ میں رنگنا چاہا ان کے مذہبی مسائل میں بھی ایک نئی تحقیق کی بنیاد قائم کرنی چاہی مگر افسوس کہ سید صاحب اس معاملہ میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ علومِ جدیدہ کی تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھے اور جو کچھ تھا محض سنی سنائی باتوں کا ذخیرہ تھا"[۲]

ہر شخص کا اپنا ایک زاویۂ فکر و خیال ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوتِ بصیرت کے مطابق سوچتا اور عقل پر پرکھتا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ہر آدمی جو سوچتا ہے وہ صحیح بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ فکر میں لغزش کا امکان قدم قدم پر رہتا ہے۔ اس لیے ہر ایک نے اپنی اپنی فکر کی بنیاد پر نظریات وضع کیے اور وہی نظریات اس کے ماننے والوں کے لیے عقیدہ کہلائے اور یہاں سے فرقہ بندی کا آغاز ہوا۔

اگر آپ درست فکر اپنانے کا خیال خانۂ دل میں رکھتے ہیں۔ تو غور کریں کہ کونسی فکر ہر دور میں زیادہ قابلِ قبول رہی اور اس کے ماننے والے اکثریت میں رہے۔ تو آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا اور دیگر فرقوں کے اصل خدوخال ہتھیلی کی لکیروں کی طرح نظر آنے لگیں گے۔

سردست ہمیں "جماعتِ اسلامی" کے بانی جناب ابو الاعلیٰ مودودی سے متعلق چند حقائق کی کرنیں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والوں کے دلوں پر چھینکنی ہے۔

۱۔ تنویر الاذہان۔ مسٹر اکبر مسیح مطبوعہ پنجاب ریلیجس سوسائٹی لاہور ۱۹۵۹ء۔

۲۔ بانی الاسلام جلد اول۔ اصغر علی روحی۔ علامہ پروفیسر مطبوعہ اسلامیہ کالج لاہور ۱۳۵۰ھ

مودودی صاحب سلسلہ چشتیہ کے معروف عارف حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ہیں۔ مودودی صاحب کی پیدائش سے تین سال قبل ایک بزرگ نے مودودی صاحب کے والد سے فرمایا اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں۔

"جب تمہارے گھر میں بچہ ہو تو اس کا نام ابوالاعلیٰ رکھنا چنانچہ مولانا کا نام ابوالاعلیٰ رکھا گیا۔"[1]

یعنی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مودودی صاحب کا تعلق اس مذہبی و روحانی خاندان سے تھا جو بزرگوں کے کشف و کرامات اور ان کی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھتے تھے جبکہ۔

مودودی صاحب کی ساری زندگی بزرگان دین تو کجا آقائے دوجہاں نبی مرسلاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نفی علم غیب کو ثابت کرنے اور سلسلہ ہائے روحانی (قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، چشتیہ) کے معمولات کی بیخ کنی میں گزری موصوف کی کتب مثلاً تجدید و احیائے دین تفہیم القرآن اور رسائل و مسائل کی عبارات مذکورہ دعاوٴں پر ثبوت کے طور پر بندا طلب کی جا سکتی ہیں اسی لیے ارباب علم و کمال نے مودودی صاحب کو عالم دین کی حیثیت نہیں دی۔ بس ایک ادیب اور صحافی کی مسند پر فائز ضرور مانا ہے۔ عالم دین شاعر و ادیب اور صوفی بابا ذہین شاہ تاجی لکھتے ہیں۔

"مودودی صاحب نہ علم دین رکھتے ہیں نہ فہم دین کوئی فہم رکھنے والا عالم کبھی ایسی فحش اور خطرناک غلطیاں نہیں کر سکتا۔"[2]

مودودی صاحب محض الفاظ کے چناؤ اور ان کی ترتیب کے زور پر کسی بھی واقعہ سے اپنے مطلب کا خیال اخذ کرنے اور جھوٹے کو سچ ثابت کرنے میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں۔

"بہتان و افتراء کو واقعہ کا جامہ پہنا دینا اگر کوئی ہنر ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ مولانا اس ہنر میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔"[3]

مودودی صاحب کے نہایت درجہ عقیدت مند ماہر القادری کہتے ہیں۔

---

[1] اقبال اور علمائے پاک و ہند۔ قدوسی اعجاز الحق مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور ۱۹۷۷ء

[2] وہابیت اور اسلام۔ بابا ذہین شاہ تاجی مطبوعہ کراچی۔

[3] آئینہ حقیقت۔ ارشد القادری۔ علامہ مطبوعہ لاہور

"مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے مجھے جو عقیدت ہے وہ سب پر ظاہر ہے مگر "تفہیم القرآن" جلد پنجم پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی تحریر جو الفاظ مجھے کھٹکے ان پر گرفت کی گئی"۔[4]

"مودودی صاحب نے نوک قلم سے بے شمار دفتر تحریر کیے۔ انہوں نے اپنے زور قلم سے اسلاف کے اعتقادات کو حرف غلط کی طرح مٹانے کی بھرپور کوشش کی۔ حتیٰ کہ ان کے بے باک قلم نے ادب کی تمام حدود پھلانگ گئے" ہوئے اللہ تعالیٰ، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی کے شعلے نمودار کیے۔ جس سے ابھی تک مسلمانوں کے دل جل رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریر میں یہ تاثر دینے کی بڑی کوشش کی ہے کہ اسلام کی اصل روح کو وہی سمجھتے ہیں ان کی فکر ہی اصل فکر ہے۔ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی تحریر فرماتے ہیں۔

"مودودی صاحب کی نگاہ بصیرت کا کمال یہ ہے کہ جدھر اٹھتی ہے۔ اور جس پر پڑتی ہے۔ اسے کمزوریاں ہی کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ انہوں نے اسلام پر غور کیا تو جاہلیت ہی جاہلیت نظر آئی مسلمانوں کو دیکھا تو سب نقلی ہی دکھائی دیئے۔ اصلی ایک بھی نظر نہ آیا صوفیاء و مشائخ کو ملاحظہ فرمایا۔ تو سب جاہلیت کے مصلے پر سربسجود ملے۔ مجتہدین کو پرکھا تو ایک بھی اس قابل نہ نکلا کہ اس کے علوم و منہاج کی پابندی اختیار کی جائے۔ مجددین کو ٹٹولا تو ان میں بھی کوئی کامل نظر نہ آیا۔ سب ناقص و نامکمل ہی ثابت ہوئے۔ صحابہ کرام پر نظر ڈالی۔ تو ان میں بھی لغزشیں اور غلطیاں موجود پائیں۔ بعض خلفائے راشدین پر نگاہ پڑی تو وہ بھی نااہل اور فرمان خدا و رسول کے مخالف نظر آئے"۔[5]

مودودی صاحب فرقہ واریت کے زہر قاتل کو ختم کرنے کے لیے کمربستہ ہوئے تھے۔ مگر افسوس اپنا الگ فرقہ بنا بیٹھے جو صرف مودودی صاحب کی ذات کے گرد طواف کرتا نظر آتا ہے۔ مودودی صاحب کے پیروکار کی سوچ ہے کہ وہ معصوم عن الخطاء ہیں۔ اسی لیے تو وہ مودودی صاحب کی مسلمہ اغلاط کو تسلیم کیے ہوئے ہیں اور ان کے خلاف ایک کلمہ بھی سننا گوارا نہیں کرتے۔

مودودی صاحب نے خود انکشاف کیا ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے خیر خواہ کے روپ

---

[4] ادبی معرکے۔ ماہر القادری مطبوعہ لاہور

[5] مقالات کاظمی حصہ دوم۔ سید احمد سعید کاظمی۔ علامہ مطبوعہ ملتان

میں آنا پڑتا ہے۔ جناب مودودی لکھتے ہیں :۔

" یہ بھی انسان کی عین فطرت ہے۔ کہ وہ برائی کی کھلی دعوت کو کم ہی قبول کرتا ہے۔ عموماً اسے جال میں پھانسنے کیلئے ہر داعی شر کو خیر خواہ کے بھیس ہی میں آنا پڑتا ہے"[1] لیکن خود ہی اس منافقت کی تردید ان دیدہ زیب الفاظ میں یوں کرتے ہیں۔

" اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن وہ ہیں جو مسلمانوں میں بدعقیدگی اور نافرمانی پھیلا رہے ہیں، یہ منافقوں کی سب سے بری قسم ہے۔ جن کا وجود مسلمانوں کے لیے حربی کافروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ یہ باہر سے حملے نہیں کرتے بلکہ گھر میں بیٹھ کر اندر ہی ڈائنامائٹ بچھاتے ہیں"[2]۔ یہی وجہ ہے کہ مودودی صاحب کے متعلق ہمارے جامع تاثرات جناب محمد صفدر میر کی زبان میں کچھ اس طرح حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

" مودودی صاحب کا "اسلام" وہ اسلام نہیں جسے ہم صحابہ، ائمہ مجتہدین اور مشائخ ملت۔ امام ابوحنیفہ، امام غزالی، امام مجدد الف ثانی اور امام شاہ ولی اللہ کی وساطت سے جانتے ہیں، بلکہ ایک نیا "مذہب فکر" ہے۔ جس کا بنیادی مقصد اقتدار کی کنجیاں چھین لینا ہے اور مودودی صاحب کے ہاتھ میں دے دیا ہے[3]"

مستشرقین نے اپنی توانائی اس بات میں زیادہ صرف کی کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔ مشہور متعصب پادری فنڈر نے لکھا ہے۔

" آنحضرت "النبی بالسیف" یعنی نبی تیغ زن بن گئے اور اس وقت سے اسلام کی مضبوط ترین و کارگر دلیل تلوار ہی قرار پائی "[4]

مودودی صاحب ان کی "خودساختہ حقیقت" کو تقویت پہنچاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، وعظ و

---

[1] تفہیم القرآن جلد دوم۔ ابوالاعلیٰ مودودی مطبوعہ لاہور

[2] تنقیحات ابوالاعلیٰ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

[3] مودودیت اور موجودہ سیاسی کشمکش۔ محمد صفدر میر مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء

[4] میزان الحق پادری فنڈر مطبوعہ پنجاب ریلجس سوسائٹی۔

تلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہو سکتا تھا اُسے اختیار کیا مضبوط دلائل دیئے، واضح حجتیں پیش کیں۔ فصاحت و بلاغت اور زورِ خطابت سے دلوں کو گرمایا اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھائے۔ اپنے اخلاق اور پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار و اثبات کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت روشن ہو جانے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا۔[1]

جناب مودودی اور شیعیت

اہلِ تشیع متعہ کو جائز بلکہ عین عبادت قرار دیتے ہیں۔ مودودی صاحب نے ان کے نظریے کو بڑی "فراخ دلی" سے جائز لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

" انسان کو بسا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آجاتا ہے، جن میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زنا یا متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کرنا بہتر ہے[2]"

مودودی صاحب کے جوازِ متعہ پر خوشی سے اچھلتے ہوئے شیعہ عالم علی نقی النقوی لکھتے ہیں۔

" سوادِ اعظم کے علماء میں جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو ایک خاص مقام حاصل ہے ہمیں ان کے سیاسی موقف سے سروکار نہیں لیکن جہاں تک ان کے تبحر علمی کا تعلق ہے بلاشبہ وہ علمائے اہل سنت میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ مرجعیت صحابہ موقفِ اہل بیت اور جوازِ متعہ ایسے موضوعات پر انہوں نے بڑی فراغ دلی سے شیعہ نظریات کی صداقت تسلیم کی ہے[3]"۔

نقوی صاحب شدید غلط فہمی میں مودودی صاحب کو سوادِ اعظم میں شامل کر گئے۔ حالانکہ ان کے علم میں یہ بات ہے کہ علماء اہل سنت ابتدائے شیعیت سے لے کر موجودہ زمانہ تک شیعیت کو

---

[1] الجہاد فی الاسلام (ابوالاعلیٰ مودودی) لاہور ۱۹۱۴ء مطبوعہ لاہور

[2] ترجمان القرآن ماہنامہ اگست ۱۹۵۵ء لاہور

[3] متعہ اور اسلام علی نقی النقوی مطبوعہ لاہور ۱۹۹۱ء

حق پر تسلیم ہی نہیں کرتے یہ ایک الگ بحث ہے تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے

غنیۃ الطالبین ______ حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ

ردِ مذہب شیعہ ______ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

تحفہ اثنا عشریہ ______ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

آیات بینات ______ علامہ سید مہدی علی خاں مرحوم

رد الرفضہ ______ امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ

اسلام اور خمینی مذہب ______ علامہ بدر القادری (ہالینڈ)

تحفہ جعفریہ ______ علامہ محمد علی نقشبندی (جامعہ رسولیہ شیرازیہ)

جناب مودودی اغیار کی نظر میں

جناب مودودی صاحب کو دیگر فرقوں کے اہل قلم نے کیسے پایا۔ مندرجہ ذیل تاثرات پڑھیے۔

مولوی اشرف علی تھانوی حضرت تھانوی کو کسی نے مودودی کا رسالہ ترجمان دے دیا۔ آپ نے چند سطریں پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ باتوں کو نجاست میں ملا کر کہا ہے۔ اہل باطل کی باتیں ایسی ہوا کرتی ہیں[۱]

مفتی کفایت اللہ دہلوی مودودی جماعت کے افسر مولوی ابو الاعلیٰ مودودی کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں۔ اگرچہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے۔ تاہم دینی رجحان ضعیف ہے[۲]

مسٹر غلام احمد پرویز میں نے مرزا صاحب اور مودودی صاحب کو ایک ہی پلڑے میں نہیں رکھا، جہاں تک ان کے دعاوی کا تعلق ہے۔ ان کا پلڑا بے شک ایک ہی ہے لیکن جہاں تک ان تحریکوں کا تعلق ہے۔ مودودی صاحب کی تحریک "تحریک احمدیت" سے کہیں زیادہ خطرناک ہے[۳]

مرزا طاہر احمد قادیانی

واقعہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مودودی جماعت باوجود اس کے "اسلامی جماعت" کے دلکش

---

۱ چند اہم آثار ناشر تنظیم محبانِ صحابہ پاکستان

۲ ایضاً "

۳ اقبال اور قرآن غلام احمد پرویز مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء

عنوان کے تحت کام کر رہی ہے حقیقت میں اسلامی اقدار و نظریات سے کوسوں دور ہے[۴]

زیر نظر کتاب "غایاتِ مودودی"[۵] پاک و ہند کے معروف عالم دین رئیس التحریر علامہ عبد الحکیم خان اختر شاہجہانپوری علیہ الرحمۃ کی فکری اور محققانہ تصنیف ہے۔ حضرت علامہ اختر شاہجہانپوری کئی بلند پایہ علمی تصانیف کے مصنف ہونے کے ساتھ احادیث مبارکہ کے مترجم بھی ہیں حضرت صاحب کا محکم طرزِ استدلال اور دلکش اندازِ تحریر قاری کی فکر و نظر پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ کتاب میں جابجا حسنِ بیان کی رنگینی اور زبان کی لطافت چھلکیاں لیتی نظر آئے گی۔ آپ کو زبان و بیان پر مکمل قدرت حاصل تھی۔

"غایاتِ مودودی" میں علامہ اختر شاہجہانپوری نے قلم کی آبرو تعصب کے خونخوار پنجوں سے محفوظ رکھی ہے۔ اکثر اہل قلم کی تنقیدی تحریریں مخالفت برائے مخالفت کے زنگ سے آلودہ ہوتی ہیں۔ لیکن حضرت صاحب نے انصاف اور حسنِ اخلاق کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا مودودی صاحب کے غلط نظریات کو کاٹتے ہوئے بھی قلم غصے سے بے قابو نہیں ہونے دیا۔ اہل دل کا یہی کمال ہوتا ہے۔ اس تحریر کی اشاعت کی غرض و غایت فقط اتنی ہے کہ خدا کرے کسی شخصیت پرست کو ذوقِ نظر میسر آئے اور وہ اس خمار کے دائرے سے نکل کر حق اور باطل کے درمیان خط کھینچ سکے اور خدا کرے وہ آگہی کے ساحل سے ہوتا ہوا سمندر حقیقت میں غرق ہو جائے۔

محمد کاشف رضا

---

۴ "مودودی اسلام" مرزا طاہر احمد مطبوعہ ربوہ ۱۹۷۰ء

۵ غایات مودودی اصل میں علامہ مشتاق احمد نظامی مرحوم کی کتاب جماعت اسلامی کا شیش محل کا دیباچہ ہے۔ جسے اہل ذوق کے اصرار پر علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد

جماعتِ اسلامی کے نام سے جو تازہ فرقہ منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر تیس چالیس سال سے پاک و ہند کی سرزمین میں چہل قدمی کرتا ہُوا نظر آ رہا ہے ، اس کے بانی و مؤسس عالیجناب ابو الاعلیٰ مودودی صاحب ہیں ۔ موصوف ملکِ عدم کو جا چکے ہیں اور پاک و ہند کی جانی پہچانی شخصیت ہی نہیں بلکہ بیرونِ ملک بھی ان کی شہرت دُور دُور تک ہے ۔ موصوف اگرچہ کوئی مستند عالمِ دین تو نہیں لیکن دینی موضوعات پر اُن کی کتنی ہی تصانیف موجود ہیں ، جن کے باعث مدتوں ان کا نام زندہ رہ سکتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ فنِ تصنیف میں انھیں کافی ملکہ حاصل ہے ۔ زبان و بیان پر اُن کی قدرت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ طرزِ استدلال ایسا دلنشین ہوتا ہے کہ ایک عام قاری سراسر غلط بات کو سو فیصد صحیح ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اُس کے سابقہ نظریات کی دیواریں یکے بعد دیگرے گرتی چلی جاتی ہیں ۔ کاش ! مودودی صاحب اپنے قلم کی اس سحر کاری سے مسلمانانِ پاک و ہند کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے ۔ اگر وہ ایسا کرتے تو یقیناً مسلمان انھیں سر آنکھوں پر جگہ دیتے ، وہ دلوں میں گھر کر گئے ہوتے ، مسلمانوں کے دلوں پر وہ حکمرانی کر رہے ہوتے لیکن افسوس ! مودودی صاحب نے اس نعمتِ خداوندی کی قدر نہ کی ۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں رہنمائی کے ساز و سامان سے مالا مال کیا تھا لیکن اسے بخت کی نارسائی کہہ لیجیے یا حالات کی ستم ظریفی کہ پاک و ہند کے اس سحر آفریں قلم کار کو جہاں اپنے قلم سے رہنمائی کا کام لینا چاہیے تھا وہاں اس کے برعکس استعمال کیا ۔

ممکن ہے بعض قارئین ہمارے ان لفظوں پر چونک پڑیں اور مجسمۂ سوال بن کر پُوچھ بیٹھیں کہ مودودی صاحب نے مسلمانوں کو کب غلط راستے پر لگانے کی کوشش کی ؟ بعض حضرات جو دن کے اُجالے میں عالیجناب مودودی صاحب کی بارگاہ میں یُوں سجودِ عقیدت لٹاتے ہیں کہ علمائے دین و ائمہ مجتہدین سے صحابہ کرام تک اور وہاں سے جملہ انبیائے کرام و سیّد الانبیاء

علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو تنقید کی کسوٹی پر پرکھنا اپنا پیدائشی اور موروثی حق گردانتے ہیں اور اس حق سے کسی مرحلے پر بھی وہ دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں لیکن اس کے برعکس کوئی مودودی صاحب پر تنقید کرے تو بات انتہائی خطرناک موڑ پر آ پہنچتی ہے ، کیونکہ اُن کے نزدیک اس کائناتِ ارضی و سماوی میں سے اگر کوئی ہستی تنقید سے بالاتر ہے تو وہ صرف اور صرف مودودی صاحب کی ذاتِ گرامی ہے ۔ ایسے جملہ حضرات اگر ہمارے مذکورہ ریمارک کو افترا قرار دیں تو کیا جائے تعجب ہے ! ہم سرِدست اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ قارئینِ کرام کو قرآن کریم کے یہ الفاظ سُنا دیں :

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ ۔

یہ چند پراگندہ سطور ان الفاظ کی ہلکی سی شرح ہیں جو محض خیر خواہی کے جذبے سے لکھی جا رہی ہیں کیونکہ ؎

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ الا اللہ

مودودی صاحب چونکہ بین الاقوامی پوزیشن کے مالک ہیں ، جس کے پیشِ نظر اُنھوں نے مسلمانوں پر اپنی قد آور شخصیت کے مطابق ہی مہربانیوں کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے ۔ اس کرم نوازی کی فہرست تو بہت طویل ہے ، جس پر ہم نے سیر حاصل تبصرہ تحفۂ مودودیت میں کیا ہے یہاں صرف چیدہ چیدہ عنایات کا ذکر کر دینا ہی کافی ہے کیونکہ یہ چند اوراق تفصیل کے متحمل کہاں ! وباللہ التوفیق ۔

پہلی عنایت

فرقہ سازی

ملتِ اسلامیہ جو پہلے ہی متعدد فرقوں کے بوجھ تلے دبی ہُوئی تھی ، مودودی صاحب نے ازراہِ کرم اُس پر ایک تازہ فرقہ جماعتِ اسلامی کا بوجھ اور لاد دیا ۔ کہنے کو تو موصوف یہی کہتے ہیں کہ میں نے نیا فرقہ نہیں بنایا اور میرا تیار کردہ گروہ بنام جماعتِ اسلامی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے بلکہ اسلام کی رُوح سے نا آشنا ہستیوں اور صالحین کی ایک جماعت تیار کی جا رہی ہے ۔ موصوف کا یہ فرمانا اپنی جگہ پر بجا ہے کیونکہ آج تک کسی بڑے سے بڑے گمراہ گر نے بھی یہ نہیں کہا ہو گا کہ میں گمراہوں کی جماعت بنا رہا ہوں یا میں گمراہ گر ہوں ۔ دُور

کیوں جائیں اپنے ہی ملک میں مسٹر غلام احمد پرویز صاحب اور مرزا غلام احمد قادیانی کی مثالیں سامنے ہیں۔ دونوں حضرات ہی تعمیرِ ملّت کا دعویٰ کرتے رہے۔ پیش خویش بھولے بھٹکے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے ہی کا دعویٰ تھا لیکن گمراہ گری کے سوا انہوں نے اور کیا کیا ہے؟ حقائق کی روشنی میں مودودی صاحب کی رہبری بھی مذکورہ دونوں حضرات سے چنداں مختلف نہیں۔ مودودی صاحب نے اس حقیقت کو خود بھی ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

"یہ بھی انسان کی عین فطرت ہے کہ وہ بُرائی کی کھُلی دعوت کو کم ہی قبول کرتا ہے۔ عموماً اُسے جال میں پھانسنے کے لیے ہر داعیِ شر کو خیر خواہ کے بھیس ہی میں آنا پڑتا ہے"[1]

بہرحال مودودی صاحب مکمل خیر خواہ ہی کے بھیس میں آئے اور اسی بھیس میں تاحال جمے رہے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف ہی کی ذات تفہیم القرآن کی مصنف ہے جو دوسروں کو قرآن کریم کے مفہوم و مطالب ذہن نشین کروانے میں ایک مدت سے کوشاں ہے۔ وُہ ارشادِ خداوندی:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔[2]	اور اللہ کی رسّی کو مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھوٹ نہ جانا۔

سے کس طرح بے خبر رہ سکتا ہے؟ یہاں اللہ جل مجدہٗ نے فرقہ سازی سے روکا ہے لیکن مودودی صاحب نے جراٴتِ رندانہ سے کام لے کر ملّتِ اسلامیہ کو ایک تازہ فرقہ مرحمت فرما ہی دیا۔ اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کی مخالفت ہوئی تو ہوتی پھرے کیونکہ مسلمانوں کے سامنے خیر خواہ کے بھیس میں جو آنا ہے یقیناً یہ آیہ کریمہ بھی پیشِ نظر ہوگی،

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ	اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے
مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ	کہ حق راستہ اُس پر کھُل چکا اور مسلمانوں
غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ	کی راہ سے جُدا راہ چلے۔ ہم اسے اس کے

[1] تفہیم القرآن، جلد دوم، طبع ہشتم ۱۹۷۴ء، ص ۱۶

[2] پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۰۳

مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا۔[1]	حال پہ چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ کیا ہی بُری جگہ ہے پلٹنے کی۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسول کا خلاف کرنے والوں اور مومنین کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلنے والوں کو جہنم کی وعید سُنائی ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یُوں سمجھ لیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک ہی جماعت بنائی تھی۔ اب جو مسلمانوں کی اُس اصل جماعت کے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے وہ خود کو جہنم کا ایندھن بنانے پر ہی تُلا ہوا ہے۔

بموجب احادیث مسلمانوں کی اُس اصلی جماعت نے قیامت تک موجود رہنا ہے اور فرمانِ نبوی ولا یزال طائفۃ من امتی...... (الحدیث) کے مطابق اُس کا ایک گروہ تو حقانیت کا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر دینِ متین کی نگہبانی کا قیامت تک فریضہ ادا کرتا رہے گا۔ جماعتِ اسلامی کے منظرِ عام پر آنے سے پہلے بھی یقیناً مسلمانوں کی اصلی جماعت موجود تھی۔ سابقہ تمام جماعتوں میں سے جس کو بھی اصلی جماعت شمار کرتے اُس کے اندر رہ کر دین کی خدمت کرتے رہتے۔ لیکن مودودی صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ جماعتِ اسلامی کے نام سے تازہ فرقہ کھڑا کر کے اپنا راستہ سب سے علیحدہ متعین کیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی رُو سے نیا فرقہ یا نئی دینی جماعت بنانا جہنم خریدنا ہے لیکن اُنھوں نے ایسا کر گزرنے میں کسی قسم کی کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔ قرآن مجید کی صریح مخالفت کا وبال اپنے سر لے لیا اور سابقہ فرقوں میں ایک فرقے کا مزید اضافہ کر کے بانیانِ فرقِ باطلہ کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔

کہی ہے مودودی صاحب یہ فرمائیں کہ میرے نزدیک سابقہ ساری جماعتوں میں سے کوئی جماعت بھی اصلی نہیں ہے۔ فرض کر لیجیے کہ سب کباڑی کی دُکان کا سودا ہیں۔ سب کے سب کھوٹے ہیں کھرا مال نایاب ہو گیا تھا۔ دریں حالت جماعتِ اسلامی کو کھرا مال کہاں سے ملا؟ کیا مودودی صاحب اپنے متبعین کو کوشش سے لا کر دین عطا فرما رہے ہیں! کیا اللہ تعالیٰ یا اُس کے آخری رسول سے

[1] پارہ ۵، سورہ نساء، آیت ۱۱۵

براہِ راست دین حاصل کرنے کا کوئی طریقہ ایجاد فرما لیا گیا ہے ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جماعتِ اسلامی کی جھولی میں جو مال ہے اُسے کھرا کس بنیاد پر کہا جائے ؟

اے صاحبانِ عقل و دانش! مسلمانوں کی اصلی جماعت کو غلط بتانا حقیقت میں اپنے غلط ہونے کا اقرار کرنے اور جہنم کا ایندھن بننے کے سوا اور کچھ نہیں۔ امام مہدی کا ظہور اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا نزول اُسی اصلی جماعت میں ہوتا ہے جسے خیرِ اُمت اور اُمتِ وسطٰی کہا گیا ہے اور جس نے قیامت تک بنی نوعِ انسان کو راہِ ہدایت دکھائی اور آندھیوں میں بھی چراغِ انسانیت روشن رکھنا ہے۔ اگر کھرا مال یعنی صحیح دین جماعتِ اسلامی کے پاس تسلیم کر لیا جائے تو تقریباً چالیس سال پہلے جب جماعتِ اسلامی کا وجود ہی نہیں تھا، یا جب مودودی صاحب اس دنیا میں تشریف ہی نہیں لائے تھے تو اُس وقت سے لے کر پچھلی صدیوں کے تمام مسلمان گویا اصلی دین سے محروم ہی رہے۔ آج بھی جن ممالک میں جماعتِ اسلامی کا وجود نہیں یا جو حضرات مودودی صاحب کے یہاں بھی حلقہ بگوش نہیں اُن بیچاروں کی محرومی کا داغ تو مودودی صاحب کی موجودگی میں بھی نہ دُھل سکا۔ معلوم نہیں گزشتہ صدیوں کے ایسے مسلمانوں اور موجودہ محروموں کو جماعتِ اسلامی والے اُمتِ مرحومہ کے زمرے میں اپنی فیاضی سے شمار کر لیتے ہیں یا اپنے عادلانہ نظام کے تحت اُسے اُمتِ ملعونہ قرار دے دیتے ہیں ؟ آخر انھیں کسی نہ کسی کنارے پر تو ضرور لگایا جاتا ہوگا۔

یقیناً مودودی صاحب سے لے کر جماعتِ اسلامی کے کتنے ہی افراد نماز پڑھتے ہوں گے اور نمازوں میں اپنے پیدا کرنے والے سے اُس کے حضور کھڑے ہو کر یُوں دُعا بھی مانگتے ہوں گے :

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ۔	ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام فرمایا۔ جو معتوب نہیں ہُوئے، جو بھٹکے ہُوئے نہیں ہیں۔ [۱]

---

[۱] تفہیم القرآن، جلد اوّل، طبع یازدہم، ص ۴۵

صراطِ مستقیم کیا ہے ؟ انسان اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر صراطِ مستقیم کی التجا پیش کرتا ہے، جس سے یہ بات پردۂ ذہن پر آتی ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں میں صراطِ مستقیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اسی لیے تو بندہ سب سے پہلے اسی کی درخواست پیش کرتا ہے۔ مودودی صاحب سے سُنیئے کہ صراطِ مستقیم کیا ہے :

"یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں خیال اور عمل اور برتاؤ کا وہ طریقہ ہمیں بتا جو بالکل صحیح ہو، جس میں غلط بینی اور غلط کاری اور بدانجامی کا خطرہ نہ ہو، جس پر چل کر ہم سچی فلاح و سعادت حاصل کر سکیں — یہ ہے وہ درخواست جو قرآن کا مطالعہ شروع کرتے ہُوئے بندہ اپنے خدا کے حضور پیش کرتا ہے۔ اُس کی گزارش یہ ہے کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں اور ہمیں بتائیں کہ قیاسی فلسفوں کی اِس بھول بھلیاں میں حقیقت نفس الامری کیا ہے۔ اخلاق کے ان مختلف نظریات میں صحیح نظامِ اخلاق کون سا ہے۔ زندگی کی اِن بے شمار پگڈنڈیوں کے درمیان فکر و عمل کی سیدھی اور صاف شاہراہ کون سی ہے۔" [۱]

چونکہ صراطِ مستقیم کا تعین اللہ جل مجدہٗ نے خود فرمایا اور اپنے بندوں سے لکھوایا ہے کہ صراطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی صراطِ مستقیم اُس راستے کا نام ہے جس پر انعام پانے والے بندے چلتے رہے۔ اس حقیقت کی مختصر سی تشریح جناب مودودی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے :

"یہ اُس سیدھے راستے کی تعریف ہے جس کا علم ہم اللہ تعالٰی سے مانگ رہے ہیں، یعنی وُہ راستہ جس پر ہمیشہ سے تیرے منظورِ نظر لوگ چلتے رہے ہیں۔ وہ بے خطا راستہ کہ قدیم زمانہ سے آج تک جو شخص اور جو گروہ بھی اس پر چلا وہ تیرے انعامات کا مستحق ہُوا اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر رہا۔" [۲]

---

[۱] تفہیم القرآن، جلد اوّل، ص ۴۵

[۲] ایضاً، ص ۴۵

جس راستے پر مودودی صاحب کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کے منظورِ نظر بندے چلتے رہے تھے یقیناً وہ راستہ جماعتِ اسلامی تو ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ یہ توکل پرسوں کی پیداوار ہے۔ اس کے باوجود ہمارا ناقص فہم یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ مودودی صاحب ان برگزیدہ ہستیوں کے راستے کو چھوڑ کر اپنی علیحدہ پگڈنڈی کیوں بنا بیٹھے ؟ بلکہ موصوف نے اپنی تمام صلاحیتیں اسی مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہیں کہ دوسروں کو بھی اس شاہراہ (صراطِ مستقیم) سے ہٹا کر اپنی پگڈنڈی پر چلایا جائے۔ اسلام کے محافظوں اور علمِ نبی کے وارثوں یعنی حضرات علمائے کرام کی موجودگی میں مودودی صاحب ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے اور مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کرنے کی جسارت کیوں کر بیٹھے ؟ ممکن ہے اس کا بھید ہمیں معلوم نہ ہوتا لیکن موصوف نے ہماری یہ مشکل خود ہی آسان فرما دی کہ فرقہ سازی کی غرض و غایت پر یوں تبصرہ کیا ہے :

" اِس تفرقہ بازی کا محرک کوئی نیک جذبہ نہیں تھا بلکہ یہ اپنی بڑائی اُپج دکھانے کی خواہش، اپنا الگ جھنڈا بلند کرنے کی فکر، آپس کی ضدم ضدا، ایک دوسرے کو زک دینے کی کوشش اور مال وجاہ کی طلب کا نتیجہ تھی۔ ہوشیار اور حوصلہ مند لوگوں نے دیکھا کہ بندگانِ خدا اگر سیدھے سیدھے خدا کے دین پر چلتے رہیں تو بس ایک خدا ہوگا، جس کے آگے لوگ جھکیں گے۔ ایک رسول ہوگا جس کو لوگ پیشوا اور رہنما مانیں گے۔ ایک کتاب ہوگی جس کی طرف لوگ رجوع کریں گے اور ایک صاف عقیدہ اور بے لاگ ضابطہ ہوگا جس کی پیروی وہ کرتے رہیں گے۔ اِس نظام میں اُن کی اپنی ذات کے لیے کوئی مقامِ امتیاز نہیں ہو سکتا، جس کی وجہ سے اپنی مشیخت چلے اور لوگ ان کے گرد جمع ہوں اور اُن کے آگے سر بھی جھکائیں اور جیبیں بھی خالی کریں۔ یہی وُہ اصل سبب تھا جو نئے نئے عقاید اور فلسفے، نئے نئے طرزِ عبادت اور مذہبی مراسم اور نئے نئے نظامِ حیات ایجاد کرنے کا محرک بنا اور اسی نے خلقِ خدا کے ایک بڑے حصّے کو دین کی صاف شاہراہ سے ہٹا کر مختلف راہوں میں پراگندہ کر دیا۔ [1]

---

[1] تفہیم القرآن، جلد چہارم، طبع سوم، ص ۲۹۳، ۲۹۴

مودودی صاحب نے بڑی فراخدلی کے ساتھ فرقہ سازی کی غرض و غایت تو بیان فرما دی، اب یہ بات بھی کیوں نہ موصوف ہی سے پُوچھ لی جائے کہ ایسے فرقہ سازوں، تفرقہ بازوں اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں شریعتِ مطہرہ کیا حکم دیتی ہے کہ مسلمانوں کو اُن کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ اس کے جواب میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں،

اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن وُہ ہیں جو مسلمانوں میں بدعقیدگی اور نافرمانی پھیلا رہے ہیں۔ یہ منافقوں کی سب سے زیادہ بُری قسم ہے جس کا وجود مسلمانوں کے لیے حربی کافروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ باہر سے حملہ نہیں کرتے بلکہ گھر میں بیٹھ کر اندر ہی اندر ڈانا ماٹ بچاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کو دین اور دُنیا دونوں میں رُسوا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ وُہ تمہیں بھی اُسی طرح کا فر بنانا چاہتے ہیں جس طرح وہ خود ہو گئے ہیں۔ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً۔ ان کے شر سے بچنے کی کم سے کم تدبیر یہ ہے کہ جو لوگ دل سے مسلمان ہیں اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں وہ ان سے قطع تعلق کریں فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ ورنہ قرآن نے تو ان کی آخری سزا یہ قرار دی ہے کہ ان سے جنگ کی جائے فان تولوا فخذوهم واقتلوهم من حيث وجدتموهم۔ [1]

[illegible] مودودی صاحب نے بجا فرمایا ہے، واقعی مسلمانوں کو اپنے ان بدترین دشمنوں، اشد [illegible] المنافقوں سے قطع تعلق کرنا چاہیے تھا۔ علمائے کرام کے سمجھانے بجھانے پر اگر عام مسلمانوں نے [illegible] عمل کیا ہوتا تو ملتِ اسلامیہ کے بدخواہ کبھی اتنے فرقے بنانے اور اہلسنت وجماعت [illegible] سینوں پر [illegible] دندنانے میں کبھی کامیاب نہ ہوتے لیکن خود کردہ را چہ علاج ؟

---

[1] [illegible] ص ۲۹

دُوسری عنایت

تکفیرِ مسلمین

مودودی صاحب نے مسلمانوں پر دُوسرا کرم یہ فرمایا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۶ھ) اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کی طرح مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو کافر ومشرک بتا کر اُمتِ مرحومہ کو اُمتِ ملعونہ بنا دیا۔ موصوف کو سچّے اور پکّے مسلمان اور مسلمانوں کے عوام وخواص، موجودہ اور گزشتہ سب کفر وشرک کے سمندر میں ڈوبے ہُوئے نظر آتے ہیں۔

مجددِ مأتہ حاضرہ امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ نے چار دیوبندی مولویوں کی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا تو وہابیوں کی ساری کائنات نے ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۹۷ھ تک وُہ اُودھم مچائی ہوئی ہے کہ آسمان ہی سر پر اُٹھا رکھا ہے کہ ہائے ہائے ہمارے فلاں ابن فلاں کو کافر کیوں کہہ دیا؟ لیکن محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی معنوی ذریت اگر کروڑ ہا کروڑ مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرائے، مسلمانوں کے سوادِ اعظم اور ناجی گروہ کو سراسر ناری بتائے تو اس شرارت کا شکوہ ہی کیا؟ آخر کس جرم کی پاداش میں وہابیوں کا ہر مولوی مسلمانوں کی ساری جمعیت کو کافر ومشرک ٹھہراتا ہے؟ اس پر طرّہ یہ کہ اپنی اس مفسدانہ روش کو ذرا بھی قابلِ اعتراض واحتراز واجتناب سمجھ کر اس پر کوئی بھی نظرِ ثانی کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

جماعتِ اسلامی کے پڑھے لکھے حضرات یہ کہتے ہُوئے نہیں تھکتے "کہ مودودی صاحب کے قلم پر احتیاط کا جو پہرہ ہے وہ دُوسری جگہ نظر نہیں آتا۔ اُن کی تحریروں میں گالی گلوچ اور سوقیانہ پن کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ جہاں تک موصوف کے گالی گلوچ نہ دینے اور سوقیانہ پن سے اجتناب کرنے کا تعلق ہے تو واقعی وُہ اپنے معاصرین سے محتاط انداز میں گفتگو کرتے ہیں لیکن جب وہ اپنے رہوارِ قلم کا رُخ مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کی جانب پھیرتے ہیں تو سراسر محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی آفس کاپی بن جاتے ہیں۔ اگر جماعتِ اسلامی کے طبقے میں کوئی منصف مزاج بھی ہے تو غور فرمائے کہ سچّے اور پکّے مسلمانوں کو کافر ومشرک ٹھہرا دینے سے بڑی اور کون سی گالی ہے جو مودودی صاحب مسلمانوں کو دے سکتے ہیں؟ یہ جناب مودودی صاحب

ہی کا محتاط قلم ہے جس کی رُو سے دنیا کا کوئی مسلمان کافر ومشرک قرار پائے بغیر نہ رہ سکا۔ اُن کے نزدیک ایک وہابی تو مسلمان قرار پا سکتا ہے لیکن کیا مجال کہ کسی مسلمان کو دائرۂ اسلام میں پَیر رکھنے کو جگہ مل جائے۔

مودودی صاحب نے مسلمانوں پر یہ نوازش جاہلیتِ مشرکانہ کے عنوان سے فرمائی ہے۔ موصوف نے اسی جاہلیتِ مشرکانہ پر اپنا ایٹمی حکم سنانے اور مسلمانوں کے سوادِ اعظم کو کافر ومشرک ٹھہرانے کی وجہ سے یہ وضاحت بھی فرمائی ہے؛

"جاہلیتِ مشرکانہ نے عوام پر حملہ کیا اور توحید کے راستہ سے ہٹا کر اُن کو ضلالت کی بے شمار راہوں میں بھٹکا دیا۔ ایک صریح بُت پرستی تو نہ ہو سکی، باقی کوئی قسم شرک کی ایسی نہ رہی جس نے مسلمانوں میں رواج نہ پایا ہو۔ پرانی جاہلی قوموں کے جو لوگ اسلام میں داخل ہُوئے تھے وہ اپنے ساتھ بہت سے مشرکانہ تصورات لیے چلے آئے اور یہاں اُن کو صرف اتنی تکلیف کرنی پڑی کہ پُرانے معبودوں کی جگہ بزرگانِ اسلام میں سے کچھ معبود تلاش کریں۔ پرانے معبدوں کی جگہ مقابر اولیا سے کام لیں اور پُرانی عبادات کی رسموں کو بدل کر نئی رسمیں ایجاد کریں۔ اِس کام میں دنیا پرست علما نے اُن کی بڑی مدد کی اور وُہ بہت سی مشکلات اُن کے راستہ سے دُور کر دیں جو شرک کو اسلام کے اندر نصب کرنے میں پیش آ سکتی تھیں اُنھوں نے بڑی دیدہ ریزی سے آیات واحادیث کو توڑ مروڑ کر اسلام میں اولیاء پرستی اور قبر پرستی کی جگہ نکالی، مشرکانہ اعمال کے لیے اسلام کی اصطلاحی زبان میں سے الفاظ بہم پہنچائے اور اس نئی شریعت کے لیے رسموں کی ایسی صورتیں تجویز کیں کہ شرکِ جلی کی تعریف میں نہ آ سکیں۔ اس فنی امداد کے بغیر اسلام کے دائرے میں شرک بیچارہ کہاں بار پا سکتا تھا۔"[1]

مودودی صاحب اگر ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں تو جتنے امور مسلمانانِ اہلسنت وجماعت میں

---

[1] تجدید واحیائے دین، مطبوعہ پاکستان ٹائمز پریس لاہور، ص ۳۹ ۔ ۴۰

انھیں مشرکانہ نظر آتے ہیں اور جن کے باعث یہ مشرکانہ پُوجا پاٹ اور بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی قرار دیے گئے ہیں، ہم یہ دکھانے کے لیے تیار ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء) کے ہاں یہ تمام امور موجود ہیں۔ وہاں بھی انھیں جواز کا درجہ حاصل ہے وہ اور اُن کا سارا خاندان اِن کا فاعل وعامل تھا بلکہ تمام وہابیانِ پاک و ہند کے ملجا و ماوٰی عالیجناب مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب اپنی شرعی گھڑنت بنام صراطِ مستقیم میں اِن جملہ امور کی تعلیم و تبلیغ فرما گئے تھے۔ اگر مودودی صاحب کو مذکورہ تصانیف میں وہ باتیں نظر آجائیں تو انصاف کی رُو سے سارے ولی اللّٰہی خاندان اور اپنے روحانی پیشوا مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو بھی اپنے اصطلاحی مشرکوں، بحیثیت بُت پرستوں کے زمرے میں شامل ہونے کا اعلان فرما دیں۔ اگر انھیں ایسا مواد نظر نہ آئے تو راقم الحروف اس خدمت گزاری کے لیے حاضر ہے اور بعونہٖ تعالیٰ یہ دکھائے گا کہ مودودی صاحب کے مشرکوں کی فہرست میں ان حضرات کا نمبر ڈبل ہے۔ اُس وقت ہم جناب مودودی صاحب سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اسی تجدید و احیائے دین میں آپ نے مذکورہ دونوں ہستیوں کو مجددین و مصلحین میں کیوں شمار کیا، کافروں اور مشرکوں میں کیوں شمار نہیں کیا؟ دُوسرا سوال یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ جو حضرات آپ کی اصطلاح میں نہ صرف مشرک بلکہ مشرک گر ہوں، کیا وُہ مجدد ہو سکتے ہیں؟ بہرحال یہ معاملہ تو اجازت پر موقوف رہا۔ اب اِن اصطلاحی مشرکوں کی دوسری فہرست بھی مودودی صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

"اگر کسی کے ذہن میں اِن اصطلاحوں کا مفہوم غیر واضح اور نامکمل ہو تو اُس کے لیے قرآن کی پُوری تعلیم غیر واضح ہوگی اور قرآن پر ایمان رکھنے کے باوجود اُس کا عقیدہ اور عمل دونوں نامکمل رہ جائیں گے۔ وہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا رہے گا اور اِس کے باوجود بہتوں کو الٰہ بناتا رہے گا۔ وہ اللہ کے سوا کسی کے رب نہ ہونے کا اعلان کرتا رہے گا اور اِس کے باوجود بہت سے ارباباً من دون اللّٰہ اس کے رب بنے رہیں گے۔ وہ پوری نیک نیتی کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور پھر بھی بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔ وُہ پورے زور کے ساتھ کہے گا کہ میں اللہ کے دین میں ہُوں اور اگر کسی دُوسرے دین کی طرف اُسے منسوب کیا جائے تو لڑنے پر آمادہ ہو جائے گا، مگر اِس کے باوجود بہت سے دینوں کا قلادہ اُس کی گردن میں پڑا رہے گا۔ اُس کی زبان سے کسی غیر اللہ کے لیے الٰہ اور رب کے الفاظ تو کبھی نہ نکلیں گے مگر یہ الفاظ جن معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں اُن کے لحاظ سے اُس کے بہت سے الٰہ اور رب ہوں گے اور اُس بیچارے کو خبر تک نہ ہوگی کہ میں نے واقعی اللہ کے سوا دوسرے ارباب و الٰہ بنا رکھے ہیں۔ اُس کے سامنے اگر آپ کہہ دیں کہ تُو دوسروں کی عبادت کر رہا ہے اور دین میں شرک کا مرتکب ہو رہا ہے تو وہ پتھر مارنے اور مُنہ نوچنے کو دوڑے گا مگر عبادت اور دین کی حقیقت سے اُس کے لحاظ سے واقعی وُہ دوسروں کا عابد اور دوسروں کے دین میں داخل ہوگا اور نہ جانے گا کہ جو کچھ میں کر رہا ہُوں یہ حقیقت میں دُوسروں کی عبادت ہے اور یہ حالت جس میں مبتلا ہُوں یہ حقیقت میں غیر اللہ کا دین ہے۔"[1]

ستم ظریفی تو ملاحظہ ہو کہ نیک نیتی سے یہ کہنے والا کہ میں ایک خدا کے سوا کسی کو عبادت کے لائق نہیں سمجھتا، پورے زور سے کہنے والا کہ میں اللہ کے دین میں ہُوں نیز وُہ خدا کے سوا کسی کو الٰہ اور رب تسلیم نہیں کرتا لیکن جناب مودودی صاحب کے نزدیک ابھی بھی وہ غیروں کا پجاری، دیگر ادیان کا پیروکار اور ارباباً من دون اللہ کا پرستار ہے۔ اُس کے مسلمان قرار پانے اور دائرۂ اسلام میں ہونے کی صرف اور صرف ایک ہی صورت ہے کہ وُہ الٰہ، رب، عبادت اور دین کا وُہ مفہوم تسلیم کرے جو مودودی صاحب نے بتایا ہے۔ قارئین کرام پر اگر بارِ خاطر نہ ہو تو اِلٰـہ کا وہ مفہوم ملاحظہ فرما لیا جائے جو مودودی صاحب نے ایجاد فرمایا ہے:

"لیکن اگر میں پیاس کی حالت میں یا بیماری میں خادم یا ڈاکٹر کو پکارنے کے بجائے کسی ولی یا کسی دیوتا کو پکارتا ہُوں تو یہ ضرور اُس کو الٰہ بنانا اور اُس سے

[1] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، بارِ ہفتم، ص ۱۰، ۱۱

دُعا مانگنا ہے، کیونکہ جو ولی صاحب مجھ سے سیکڑوں میل دُور کسی قبر میں آرام فرما رہے ہیں، اُن کو پُکارنے کے یہ معنی ہیں کہ میں اُن کو سمیع و بصیر سمجھتا ہُوں اور یہ خیال رکھتا ہُوں کہ عالمِ اسباب پر اُن کی فرمانروائی قائم ہے، جس کی وجہ سے وہ مجھ تک پانی پہنچانے یا بیماری کو دُور کر دینے کا انتظام کر سکتے ہیں۔" [1]

مودودی صاحب کے نزدیک الٰہ کا دُوسرا مفہوم کیا ہے، یہ بھی موصوف ہی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمایا جائے:

"لہٰذا اُن کی اصطلاح کے مطابق کسی کو خدا کے ہاں سفارشی قرار دے کر اُس سے مدد کی التجا کرنا اور اُس کے آگے مراسمِ تعظیم و تکریم بجالانا اور نذر و نیاز پیش کرنا، اُس کو الٰہ بنانا ہے۔" [2]

اب عبادت یا پرستش کی تعریف بھی مودودی صاحب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ قلم سے لکھی ہُوئی ملاحظہ فرمائیے:

"دُوسرے یہ کہ کسی کو عالمِ اسباب پر ذی اقتدار خیال کر کے اپنی حاجتوں میں اُس سے دُعا مانگی جائے، اپنی تکلیفوں اور مصیبتوں میں اُس کو مدد کے لیے پکارا جائے اور خطرات و نقصانات سے بچنے کے لیے اُس سے پناہ مانگی جائے۔ یہ دونوں قسم کے فعل قرآن کی رُو سے یکساں پرستش کی تعریف میں آتے ہیں۔" [3]

پرستش کے مفہوم کی مزید وضاحت میں یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے:

"یہاں اندازِ بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معبودوں سے مراد اولیاء اور صلحاء ہیں اور ان کی عبادت سے مراد اُن کو بندگی کی صفات سے بالاتر اور خدائی کی صفات سے متصف سمجھنا، اُن کو غیبی امداد اور مشکل کشائی و فریاد رسی پر قادر خیال کرنا اور اُن کے لیے تعظیم کے وُہ مراسم ادا کرنا ہے جو پرستش کی

---

[1] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں: بار ہفتم۔ ص ۲۰ [2] ایضاً، ص ۲۳

[3] ایضاً، ص ۱۲۴

حد تک پہنچے ہُوئے ہیں۔" [1]

فیصلہ وہی ہوتا ہے جو کسی بھی مرحلے پر ٹوٹنے نہ پائے۔ اگر مودودی صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے بعض الفاظ کا حقیقی اور اسلامی و ایمانی مفہوم یہی ہے جو اُنھوں نے بیان کیا تو اس کے بالمقابل ہم سیکڑوں اکابر اور خود مودودی صاحب کے ممدوحین کے وہ واقعات پیش کرنے کے لیے تیار ہیں جن سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اُنھوں نے بعض مواقع پر مصائب و آلام میں دُوسرے بزرگوں کو اپنی مشکل کشائی اور فریاد رسی کے لیے اُن کی وفات کے بعد پُکارا۔ کیا اُس صورت میں مودودی صاحب اُنھیں لا تکتمون الحق وانتم تعلمون ○ کے تحت نام لے کر غیر اللہ کے پرستار اور کافر و مشرک قرار دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟ جواب اثبات میں ہو تو جلد اطلاع دی جائے تاکہ مودودی صاحب اپنے ہی ہاتھوں اپنے ممدوحین اور مسلّمہ اکابر کو جہنم میں پہنچا آئیں۔ جواب اگر نفی یا خاموشی میں ہو تو کم از کم اِس طرزِ عمل کی وجہ بیان فرما دی جائے کہ حق بیان کرنے سے اُنھیں کون سی مصلحت روکتی ہے!

اگر مودودی صاحب کی مذکورہ تعبیرات کو درست تسلیم کر لیا جائے تو مُٹھی بھر وہابیہ کے سوا اُمتِ محمدیہ کے کسی فرد کا اسلام ثابت نہ کیا جا سکے گا اور موجودہ اہلسنّت و جماعت کا تو ذکر ہی کیا، یہ تو سارے کے سارے موصوف کے نزدیک شرک ساگر میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ موصوف کو جماعتِ اسلامی کے نام سے ایک فرقہ کھڑا کرنا پڑا تاکہ اپنے اصطلاحی مشرکوں، غیر اللہ کے پجاریوں کو مسلمان بنا کر جماعتِ اسلامی میں شامل کرتے چلے جائیں۔ اِس مقصد کو کما حقہٗ حاصل کرنے کی خاطر اُنھوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے ہر حربے سے بھی امکان بھر استفادہ کیا ہے۔ اگر مودودی صاحب سے کوئی سوال کر بیٹھے کہ جناب! قرآنِ کریم کے مذکورہ الفاظ کے جو مفہوم آپ نے بیان کیے ہیں وہ مفسرینِ کرام کے بیان فرمودہ مفہوم و مطالب سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے، ذرا بھی لگّا نہیں کھاتے، اس کی وجہ کیا ہے، موصوف نے قبل از وقت اِسی کتاب کے شروع میں اِس امر کی پیش بندی

---

[1] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص ۱۲۷

یوں زور شور سے کی ہُوئی ہے:

"اِنھی دونوں وجوہ سے دورِ اخیر کی کتبِ لغت وتفسیر میں اکثر قرآنی الفاظ کی تشریح اصل معانی لغوی کے بجائے اُن معانی سے کی جانے لگی جو بعد کے مسلمان سمجھتے تھے۔ مثلاً:۔ لفظ الٰہ کو قریب قریب بُتوں اور دیوتاؤں کا ہم معنی بنا دیا گیا۔ رب کو پالنے اور پوسنے والے یا پروردگار کا مترادف ٹھیرایا گیا۔ عبادت کے معنی پُوجا اور پرستش کے کیے گئے۔ دین کو دھرم اور مذہب اور RELIGION کے مقابلہ کا لفظ قرار دیا گیا۔ طاغوت کا ترجمہ بُت یا شیطان کیا جانے لگا۔

نتیجہ یہ ہُوا کہ قرآن کا اصل مدعا ہی سمجھنا لوگوں کے لیے مشکل ہو گیا۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو الٰہ نہ بناؤ۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے بُتوں اور دیوتاؤں کو چھوڑ دیا ہے، لہٰذا قرآن کا منشا پورا کر دیا، حالانکہ الٰہ کا مفہوم اور جن جن چیزوں پر عاید ہوتا ہے اُن سب کو وُہ اچھی طرح پکڑے ہُوئے ہیں اور اُنھیں خبر نہیں ہے کہ یہ ہم غیر اللہ کو الٰہ بنا رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو رب تسلیم نہ کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے سوا کسی کو پروردگار نہیں مانتے، لہٰذا ہماری توحید مکمل ہو گئی حالانکہ رب کا اطلاق اور جن مفہومات پر ہوتا ہے اُن کے لحاظ سے اکثر لوگوں نے خدا کے بجائے دوسروں کی ربوبیت تسلیم کر رکھی ہے قرآن کہتا ہے کہ طاغوت کی عبادت چھوڑ دو اور صرف اللہ کی عبادت کرو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بُتوں کو نہیں پُوجتے، شیطان پر لعنت بھیجتے ہیں اور صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، لہٰذا ہم نے قرآن کی یہ بات بھی پُوری کر دی حالانکہ پتھر کے بتوں کے سوا دُوسرے طاغوتوں سے وہ چمٹے ہُوئے ہیں اور پرستش کے سوا دوسری قسم کی تمام عبادتیں اُنھوں نے اللہ کے بجائے غیر اللہ کے لیے خاص کر رکھی ہیں یہی حال دین کا ہے کہ اللہ کے لیے دین کو خالص کرنے کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ آدمی مذہب اسلام قبول کرے اور ہندو یا عیسائی یا یہودی نہ رہے۔ اس

بناء پر ہر وہ شخص جو مذہب اسلام میں ہے یہ سمجھ رہا ہے کہ میں نے اللہ کے لیے دین کو خالص کر رکھا ہے، حالانکہ دین کے وسیع تر مفہوم کے لحاظ سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا دین اللہ کے لیے خالص نہیں ہے۔"[1]

مندرجہ بالا عبارت کے اِن جملوں پر پھر غور فرما لیا جائے —— اکثر لوگوں نے خدا کے بجائے دوسروں کی ربوبیت تسلیم کر رکھی ہے —— پتھر کے بُتوں کے سوا دُوسرے طاغوتوں سے وہ چمٹے ہُوئے ہیں —— اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کا دین اللہ کے لیے خالص نہیں ہے۔

یہ سمجھنا تو ذرا بھی دشوار نہیں کہ پہلے جملے میں اکثر لوگوں اور آخری میں "اکثریت ایسے لوگوں کی ہے" کس کے متعلق کہا ہے۔ یہ اپنے مذہبی دشمنوں، اصطلاحی مشرکوں کے سوا اور کس کے لیے کہا جا سکتا تھا؛ لیکن دل چھیلنے والی ادا تو یہ ہے کہ دُوسرے جملے میں دُوسرے طاغوتوں سے اُن کی مراد کیا ہے؟ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو طاغوت ٹھہرانے کا دل گُردہ مودودی صاحب ہی کے پاس ہے۔ اِس اندھیر نگری میں تو اِس کا اُنھیں کیا جواب مل سکتا ہے لیکن محشر کی تپتی ہُوئی زمین پر جب وہ مقربینِ بارگاہِ الٰہیہ مودودی صاحب کو گریبان سے پکڑ کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کریں گے اور انصاف کے طلب گار ہوں گے، اُس وقت کا تصوّر اگر مودودی صاحب کو اپنے الفاظ پر نظرِ ثانی کرنے کی ترغیب دلائے تو اُن کا اپنا ہی بھلا ہے ورنہ؛ ؎

قریب ہے یارو روزِ محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

مودودی صاحب نے مذکورہ عبارت میں شکوہ کیا ہے کہ دورِ اخیر کی کتبِ لغت و تفسیر میں قرآن کریم کے مذکورہ الفاظ کے اصلی مطالب کو بدل دیا تھا۔ یہ بھی موصوف ہی سے معلوم کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک دورِ اوّل سے کون سا زمانہ مراد ہے۔ چنانچہ انھوں نے

---

[1] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں: ص ۱۲، ۱۳

بقلم خود لکھا ہے:

"لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ کے وہ اصل معنی جو نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے، بدلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہر ایک اپنی پوری وسعتوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لیے خاص ہوگیا۔ اِس کی ایک وجہ تو خالص عربیت کے ذوق کی کمی تھی اور دُوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام کی سوسائٹی میں جو لوگ پیدا ہُوئے تھے اُن کے لیے الٰہ اور رب اور دین اور عبادت کے وُہ معانی باقی نہ رہے تھے جو نزولِ قرآن کے وقت غیر مسلم سوسائٹی میں رائج تھے۔"[1]

مودودی صاحب کی مذکورہ عبارتوں اور تصریحات کے پیشِ نظر چند سوال پیدا ہوتے ہیں جو مخلصانہ انداز میں اُن کے سامنے برائے وضاحت پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) مذکورہ چاروں الفاظ کے اصل معنی جو نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے جب وہ اہلِ لغت وتفسیر نے یکسر بدل دیے اور مبہم مفہومات کے لیے انھیں خاص کر دیا، ساری اُمت اُن کے بیان کردہ مبہم مفہومات اور شرکیہ معانی ہی کو اصل مفہومات گردانتی رہی، دریں حالت نزولِ قرآن سے لے کر آج تک کی اُمتِ محمدیہ کو کافر ومشرک ہی قرار دیا ہے یا کچھ اور؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ خیرِ امت ہے مودودی صاحب اسے شریر امت بتاتے اور کافر ومشرک ٹھہراتے ہیں، فریقین میں سے کس کو جھوٹا اور دروغ گو کہا جائے؟

(۲) جب نزولِ قرآن کے بعد ہی کفر کو ایمان اور ایمان کو کفر وشرک ٹھہرانا شروع ہوگیا۔ ٹوکنے کے بجائے ہر کوئی اُس پر اتفاق کرتا چلا گیا۔ سب خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے بالکل عاری ہوچکے تھے تو اُنھوں نے قرآن وحدیث اور سارے اسلامی لٹریچر میں لفظی اور معنوی کون سی تحریف نہ کی ہوگی؟ ان حالات میں قرآن وحدیث کی صحت پر اعتماد کا کون سا راستہ ہے؟

(۳) کفر وشرک کی اِن اندھیریوں میں، مودودی صاحب کے اصطلاحی کافروں مشرکوں کے ہاتھوں یہاں تک پہنچے ہُوئے سارے اسلامی لٹریچر کو ایک طرف رکھ دیجیے، اب مودودی صاحب

[1] قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص ۱۲

بتائیں کہ اِن اصطلاحوں کے جو اصل معنی نزولِ قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے وہ اُنھیں کب اور کن ذرائع سے حاصل ہُوئے ہیں؟

(۴) مودودی صاحب کے بقول کروڑ در کروڑ مسلمانوں کو کافر ومشرک مان لیا جائے۔ ہزاروں علمائے اُمت، اولیاء کرام، ائمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین اور لاکھوں علمائے دینِ متین کو مشرک بلکہ مشرک گر تسلیم کرکے اُمتِ مرحومہ کو اُمتِ ملعونہ اور بہترین اُمت کو بدترین اُمت تسلیم کرلیا جائے یا یہ باور کرنا چاہیے کہ وہابیت وخارجیت کی کفر ریز وکفر بیز وکفر خیز فضا کے باعث مودودی صاحب ہی کو ساون کے اندھے کی طرح ہرا ہی ہرا سُوجھتا ہے بین الاقوامی مفکر المسلمین ہی کی خارجی نظر کا قصور ہے یا اُمتِ مرحومہ ہی کافر مشرک ہے؟

دیکھو تو دلفریبیِ اندازِ نقشِ پا
موجِ خرامِ یار بھی کیا گُل کتر گئی

تیسری عنایت

دین کے خلاف نفرت پھیلانا

مودودی صاحب کی اپنے لٹریچر میں یہ غایت سعی رہی ہے کہ مسلمانوں کو جو راسخین فی العلم علمِ نبی کے وارثوں سے تعلق ہے اُسے حتی الامکان کمزور کیا جائے تاکہ وہ ایک ہی رسّی کو ...ل سے نہ تھامے رہیں بلکہ جو لوگ اصلاح کے پردے میں تخریب کرنا چاہتے ہیں، جو رہنمائی کے بجائے رہزنی اپنا شیوہ بنا چکے ہیں، اُن کی بات بھی سُن سکیں، اُن کی آواز پر بھی کان ...ب چنانچہ اُمتِ محمدیہ کے مخصوص افراد جو انتہائی نامساعد حالات میں گلشنِ اسلام کی ...ت کا فریضہ انجام دیتے رہے، جو باطل کے گھٹاٹوپ اندھیروں اور غضب کی آندھیوں ...شمعِ ہدایت کو روشن رکھتے رہے، جنھوں نے اپنے اپنے دور میں باطل سے فیصلہ کن ...کر گلشنِ اسلام کو بہار در کنار کرکے ہمیشہ نئی تر وتازگی بخشی، اُن مقدس ہستیوں کے بارے ...مودودی صاحب یُوں رقمطراز ہیں:

...تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی مجددِ کامل پیدا

زبردست دلائل قایم کیے جو امام غزالی کے دلائل سے زیادہ معقول بھی تھے اور اسلام کی اصل رُوح کے حامل ہونے میں بھی اُن سے بڑھے ہُوئے تھے۔ امام غزالی کے بیان و استدلال پر اصطلاحی معقولات کا اثر چھایا ہُوا تھا۔ ابن تیمیہ نے اِس راہ کو چھوڑ کر عقلِ عام (COMMON SENSE) پر تفہیم و تبئین کی بناء رکھی، جو زیادہ فطری، زیادہ مؤثر اور زیادہ قرآن و سنّت کے قریب تھی۔ یہ نئی راہ پچھلی راہ سے بالکل الگ تھی۔ جو لوگ دین کے علمبردار تھے وہ فقط احکام نقل کر دیتے تھے، تفہیم نہ کر سکتے تھے اور جو کلام میں پھنس گئے تھے وہ تفلسُف اور اصطلاحی معقولات کو ذریعۂ تفہیم بنانے کی وجہ سے کتاب و سنّت کی اعلیٰ اسپرٹ کو کم و بیش کھو دیتے تھے۔ ابن تیمیہ نے عقاید و احکام کو اُن کی اصل اسپرٹ کے ساتھ بے کم و کاست بیان بھی کیا اور پھر تفہیم کا وہ سیدھا سادہ فطری ڈھنگ اختیار کیا جس کے سامنے عقل کے لیے سر جھکا دینے کے سوا چارہ نہ تھا۔" [1]

ائمہ مجتہدین کے کام کو غلط دکھانے، مسلمانوں کے ناجی گروہ کو ناری بنانے اور صورتِ حال سے بے خبر لوگوں کو خارجیت کی چوکھٹ پر جھکانے کی خاطر ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی یوں تعریف کی جاتی ہے:

"انھوں (ابن تیمیہ) نے تقلیدِ جامد کے خلاف صرف آواز ہی نہیں اٹھائی بلکہ قرونِ اولیٰ کے مجتہدین کے طریقہ پر اجتہاد کر کے دکھایا۔ براہِ راست کتاب و سنّت اور آثارِ صحابہ سے استنباط کر کے اور مختلف مذاہبِ فقہ کے درمیان آزادانہ محاکمہ کر کے کثیر التعداد مسائل میں کام کیا، جس سے راہِ اجتہاد از سرِ نو باز ہُوئی اور قوتِ اجتہادیہ کا طریقِ استعمال لوگوں پر واضح ہوا۔ اِس کے ساتھ اُنھوں نے اور اُن کے جلیل القدر شاگرد ابن قیم نے حکمتِ تشریع اور شارع کے طرزِ قانون سازی پر اتنا نفیس کام کیا جس کی مثال اُن سے پہلے کے شرعی لٹریچر میں نہیں ملتی۔ یہ وہ

[1] تجدید و احیائے دین: ص ۷۷

مواد ہے جس سے اُن کے بعد اجتہادی کام کرنے والوں کو بہترین رہنمائی حاصل ہُوئی اور آیندہ ہوتی رہے گی۔" [1]

خار کو گُل اور گُل کو خار جو چاہے کرے
تو نے جو چاہا کیا، اے یار جو چاہے کرے

مودودی صاحب کے نزدیک شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی مجددین کی فہرست میں شامل ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) بھی مجدد اور اُن کے ممدوح ہیں، لیکن مودودی قلم کا نُغما کہاں، گنگا کی موج میں جمنا کہاں؛ موصوف کے قلم سے اِن دونوں ممدوحین کی توضیح بھی ملاحظہ ہو:

"پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی کے وقت سے شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) اور اُن کے خلفاء تک کے تجدیدی کام میں کھٹکتی ہے، وُہ یہ ہے کہ اُنھوں نے تصوّف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور نادانستہ اُن کو پھر وہی غذا دے دی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔" [2]

دُوسرے مقام پر اِن دونوں بزرگوں کو موصوف نے یُوں آڑے ہاتھوں لیا ہے:

"مسلمانوں کے اِس مرض سے نہ حضرت مجدد صاحب ناواقف تھے، نہ شاہ صاحب۔ دونوں کے کلام میں اِس پر تنقید موجود ہے۔ مگر غالباً اِس مرض کی شدت کا انھیں پُورا اندازہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے اُن بیماروں کو پھر وہی غذا دے دی جو اِس مرض میں مہلک ثابت ہو چکی تھی اور اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اُسی پُرانے مرض سے متاثر ہوتا چلا گیا۔" [3]

موصوف تصوّف سے کچھ زیادہ ہی ناراض ہیں اور جسمِ اسلام کی اِس رُوح کو وہ شجرِ ممنوعہ سے

[1] تجدید و احیائے دین: ص ۷۸ [2] ایضاً: ص ۱۱۹
[3] ایضاً: ص ۱۲۱

سکتم نہیں سمجھتے اسی لیے مجددین کے مربی و ناصح بن کر آئندہ کارِ تجدید انجام دینے والے بزرگوں کو یوں فہمائش کرتے ہیں:

"اب جس کسی کو تجدیدِ دین کے لیے کام کرنا ہو اُس کے لیے لازم ہے کہ متصوفین کی زبان و اصطلاحات سے، رموز و اشارات سے، لباس و اطوار سے، پیری مریدی سے اور ہر اُس چیز سے جو اِس طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو اِس طرح پرہیز کرائے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرایا جاتا ہے۔"[1]

حضرت شیخ احمد سرہندی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی تصانیف میں اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ اُن بزرگوں کے اِس فعل کو مودودی صاحب نے کس نظر سے دیکھا، یہ موصوف ہی کے لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے:

"اب شاہ ولی اللہ صاحب اور مجددِ سرہندی رحمہما اللہ کے دعووں کو لیجیے۔ میں اِس لحاظ سے بہت بدنام ہوں کہ اکابرِ سلف کو معصوم نہیں مانتا اور اُن کے صحیح کو صحیح کہنے کے ساتھ اُن کے غلط کو غلط بھی کہہ گزرتا ہوں۔ ڈرتا ہوں کہ اِس معاملہ میں بھی کچھ صاف صاف کہوں گا تو میری فردِ قرارداد جرم میں ایک جریمہ کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن آدمی کو دنیا کے خوف سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہیے اِس لیے خواہ کوئی کچھ کہا کرے، میں تو یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ اِن دونوں بزرگوں کا اپنے مجدد ہونے کی خود تصریح کرنا اور بار بار کشف و الہام کے حوالے سے اپنی باتوں کو پیش کرنا اُن کے چند غلط کاموں میں سے ایک ہے اور اُن کی یہی غلطیاں ہیں جنھوں نے بعد کے بہت سے کم ظرفوں کو طرح طرح کے دعوے کرنے اور اُمت میں نت نئے فتنے اُٹھانے کی جرأت دلائی۔"[2]

حضرت امام مہدی علیہ السلام جن کی دنیا میں تشریف آوری قیامت کے قریب ہوگی اور جن کے ظہور کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر تشریف لائیں گے اور دجّال کو قتل کریں گے۔

---

[1] تجدید و احیائے دین: ص ۱۲۲ [2] ایضاً: ص ۱۲۶، ۱۲۷

[illegible] مہدی علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کے نظریات میں من مانا رنگ بھرتے ہوئے مودودی صاحب اُن کا یوں مذاق اڑاتے ہیں:

"مسلمانوں میں جو لوگ الامام المہدی کی آمد کے قائل ہیں وہ بھی ان متجددین سے جو اِس کے قائل نہیں ہیں، اپنی غلط فہمیوں میں کچھ پیچھے نہیں ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ امام مہدی کوئی اگلے وقتوں کے مولویانہ و صوفیانہ وضع قطع کے آدمی ہوں گے [illegible] اللہ ہیں لیے یکایک کسی مدرسے یا خانقاہ کے حجرے سے برآمد ہوں گے۔ آتے ہی انا المہدی کا اعلان کریں گے، علماء اور مشائخ کتابیں لیے ہوئے پہنچ جائیں گے اور لکھی ہوئی علامتوں سے اُن کے جسم کی ساخت وغیرہ کا مقابلہ کر کے انھیں شناخت کر لیں گے، پھر بیعت ہوگی اور اعلانِ جہاد کر دیا جائے گا۔ [illegible] ہوئے درویش اور سب پرانے طرز کے بقیۃ السلف اُن کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے۔ تلوار تو محض شرط پوری کرنے کے لیے برائے نام چلانی پڑے گی۔ اصل میں سارا کام برکت اور روحانی تصرف سے ہوگا۔ پھونکوں اور وظیفوں کے [illegible] میدان جیتے جائیں گے۔ جس کافر پر نظر مار دیں گے تڑپ کر بیہوش ہو جائیگا [illegible] دعا کی تاثیر سے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں کیڑے پڑ جائیں گے۔"[1]

[illegible] کے بالمقابل مودودی صاحب نے اپنا نظریہ بھی پیش کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام [illegible] ہوں گے۔ چنانچہ انھوں نے بڑے وثوق سے اپنا عندیہ یوں پیش کیا ہے:

"[illegible] ظہورِ مہدی کے متعلق عام لوگوں کے تصورات کچھ اِسی قسم کے ہیں مگر میں [illegible] سمجھا ہوں اس سے مجھ کو معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ آنیوالا [illegible] میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر [illegible] بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا [illegible] عقل و ذہنی ریاست، سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام

---

[1] [illegible] ص ۵۲

دنیا پر اپنا سکہ جما دے گا اور اپنے عہد کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہوگا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس کی جدتوں کے خلاف مولوی اور صوفی صاحبان ہی سب سے پہلے شورش برپا کریں گے۔ پھر مجھے یہ بھی اُمید نہیں کہ اپنی جسمانی ساخت میں وہ عام انسانوں سے کچھ بہت مختلف ہوگا کہ اُس کی علامتوں سے اُس کو تاڑ لیا جائے نہ میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا بلکہ شاید اُسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی اور اُس کی موت کے بعد اُس کے کارناموں سے دنیا کو معلوم ہوگا کہ یہی تھا وہ خلافت کو منہاج النبوۃ پر قایم کرنے والا جس کی آمد کا مژدہ سُنایا گیا تھا۔ جیسا کہ میں پہلے اشارہ کر چکا ہوں؛ نبی کے سوا کسی کا یہ منصب نہیں ہے کہ دعوے سے کام کا آغاز کرے اور نہ نبی کے سوا کسی کو یقینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وُہ کس خدمت پر مامور ہوا ہے۔ مہدیت دعویٰ کرنے کی چیز نہیں، کر کے دکھا جانے کی چیز ہے۔ اِس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں اور جو اُن پر ایمان لاتے ہیں، میرے نزدیک دونوں اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ مہدی کے کام کی نوعیت کا جو تصور میرے ذہن میں ہے وہ بھی ان حضرات کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ مجھے اُس کے کام میں کرامات و خوارق، کشوف و الہامات اور چلّوں اور مجاہدوں کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ انقلابی لیڈر کو دنیا میں جس طرح شدید جدّ وجہد اور کش مکش کے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے انہی مرحلوں سے مہدی کو بھی گزرنا ہوگا۔ وہ خالص اسلامی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر (SCHOOL OF THOUGHT) پیدا کرے گا۔ ذہنیتوں کو بدلے گا۔ ایک زبردست تحریک اٹھائے گا جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی۔ جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اُس کو کچلنے کی کوشش کرے گی، مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو اُلٹ کر پھینک دے گا اور ایک ایسا زبردست اسلامی اسٹیٹ قایم کرے گا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری رُوح کار فرما ہوگی اور دوسری طرف سائنٹفک ترقی اوج کمال پر

پہنچ جائے گی۔[1]

یہ مودودی صاحب ہی کا دل گردہ ہے جنھوں نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷ پر اِس امر کا اظہار کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن مذکورہ بالا عبارت میں ایسا دعویٰ کرنے والوں اور اُن کو سچا سمجھنے والوں کے بارے میں موصوف نے اپنا اٹھی فیصلہ یُوں سنایا ہے کہ "میرے نزدیک دونوں اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ بہرحال مسلمان بیچاروں کی تو بات ہی کیا، مودودی صاحب جس قسم کا الامام المہدی چاہتے ہیں ممکن ہے فرشتوں نے اِن کی جملہ تجاویز بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دی ہوں اور وہاں سے کسی ایسے شخص کو امام مہدی کے منصب پر فائز کر کے نہ بھیجا جائے جو مودودی صاحب کی توقعات پر پُورا نہ اترتا ہو۔

کاش! مودودی صاحب اپنی جان کو جانِ آفریں کے سپرد کرنے سے پہلے کبھی یہ سوچنے کی زحمت بھی گوارا فرمالیں کہ انہوں نے مہدیت کا جو حدود اربعہ اور امام مہدی علیہ السلام کے جو اوصاف بیان کیے ہیں، اُن کے اِن مفروضات کی شریعتِ مطہرہ میں کوئی اصل موجود ہے یا اپنے عقلی ڈھکوسلوں کو انھیں دین میں داخل کرنے کا پرمٹ ملا ہوا ہے؟ یہ کیا ستم ہے سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ ارشاداتِ گرامی جن میں سند کی رُو سے ذرا بھی کلام کی گنجائش ہو وہ مودودی صاحب کی بارگاہ میں ناقابلِ قبول، خواہ وہ متعلقہ فضائل ہی کیوں نہ ہوں بلکہ صحیح احادیث، بلکہ احادیثِ صحاح کو محض اِس بنا پر رد کر دیا جاتا ہے کہ وہ مودودی صاحب کی تجدیدی ہدایت سے ٹکراتی ہیں، لیکن اپنے مفروضات کو دینی معاملات میں اِتنے وثوق کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اُن کی صحت کسی دلیل کی محتاج ہی نہیں۔ اُن کے ارشادات کا وقوع کے مطابق ہونا دلائل سے بے نیاز ہے۔ آخر یہ تماشا کیا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بھولے بھالے اُمتی آخر ایسی ستم ظریفیوں کا شکوہ کس سے کریں یا یہ فیصلہ بھی محشر کی تپتی ہوئی زمین پر ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے کیونکہ اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الصُّبْحُ ط اَلَیْسَ الصُّبْحُ

---

[1] تجدید و احیائے دین: ص ۵۲ تا ۵۴

بقیہ ٥

جس طرح ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا سوجھتا ہے جس کو اشیاء اپنے اصلی رنگ روپ
نظر نہیں آتیں تو اسے وہ اپنی نظر کا قصور اور اپنے بخت کی نارسائی پر محمول کرتا ہے لیکن مودودی
صاحب فرماتے ہیں کہ: "مجھے اس (امام مہدی) کے کام میں کرامات و خوارق، کشوف و الہامات
اور چلوں اور مجاہدوں کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔" بندۂ خدا اگر آپ کو یہ چیزیں نظر نہیں آتیں تو اسے اپنی
نظر کا قصور اور بصیرت و فراست سے محرومی پر محمول کر کے خاموشی اختیار فرما لیتے، بھلا اِس
بات کا ثبوت کیا ہے کہ جو چیز آپ کو نظر نہ آئے حقیقت میں اُس کا وجود ہی نہیں ہے؟ کیا کبھی یہ
سوچنے کی زحمت بھی گوارا فرمائی ہے کہ جب ایمانی فراست سے حقائق اپنی اصل صورت
میں نظر آتے ہیں اُس کا آپ کے قریب سے بھی گزر ہوا ہے؟ جب وہاں محرومی و نارسائی
اپنے آخری نقطے کو چھو رہی ہے تو نظر نہ آنے کا ذکر ہی کیا، یہ نظر ہمیشہ اہلِ نظر کے در کی دریوزہ گری
سے حاصل ہوتی ہے جنہیں مودودی صاحب ملتِ اسلامیہ کا عضوِ معطل گردانتے اور ہمیشہ جن کے
مقابل اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کا آوازہ بلند کرتے رہتے ہیں۔ جب اندھے صاحبِ نظر ہونے کا
دعویٰ کرنے لگیں اور نظر والوں کو اندھا ٹھہرایا جائے تو کائنات معقولات و منقولات میں وہ عظیم
انقلاب برپا ہو جاتا ہے جس پر قابو پانا بظاہر ممکنات سے نظر آنے لگتا ہے۔ ذہن کی اِس
آوارگی کے دور میں زبان پر یہ الفاظ مچلنے لگتے ہیں: ؎

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اُلٹا
ہم اُلٹے، بات اُلٹی، یار اُلٹا

چوتھی عنایت

منصبِ صحابیت کو مجروح کرنا

اِس میدان میں مودودی صاحب نے اپنی
تحقیق کا خنجر حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی پر خاص طور سے چلایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بزعمِ خود تجدید
و احیائے دین کرتے ہوئے حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں "جاہلیت کا حملہ"

کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

"مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ
سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اِس کارِ عظیم کا بار
رکھا گیا تھا، اُن تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیشروؤں
کو عطا ہوئی تھیں، اس لیے اُن کے زمانۂ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام
اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمان نے اپنا سر دے کر اس
خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رُکا۔"[1]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زہر افشانی کرنے، دل کھول کر کیچڑ اُچھالنے کی خاطر حضرت عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدشے کی آڑ لے کر اپنے دل کی بھڑاس یوں نکالتے ہیں:

"حضرت عمر کو اپنے آخر زمانے میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اُن
کے بعد عرب کی قبائلی عصبیتیں (جو اسلامی تحریک کے زبردست انقلابی اثر
کے باوجود ابھی بالکل ختم نہیں ہوگئی تھیں) پھر نہ جاگ اُٹھیں اور اُن کے
نتیجے میں اسلام کے اندر فتنے برپا ہوں۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے امکانی جانشینوں
کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اُنھوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے
حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا: اگر میں ان کو اپنا جانشین تجویز کروں تو وہ بنی
ابی معیط (بنی اُمیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے اور وہ لوگوں میں
اللہ کی نافرمانیاں کریں گے۔ خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان یہی کریں گے
اور اگر عثمان نے یہ کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام
شورش برپا کر کے عثمان کو قتل کر دیں گے۔

اس چیز کا خیال اُن کو اپنی وفات کے وقت بھی تھا۔ چنانچہ آخری
وقت میں اُنھوں نے حضرت علی، حضرت عثمان اور حضرت سعد بن ابی وقاص

١ـ تجدید و احیائے دین: ص ٣٦

کو بلا کر ہر ایک سے کہا کہ اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو، تو اپنے قبیلے کے لوگوں کو عوام کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا۔ مزید برآں چھ آدمیوں کی انتخابی شوریٰ کے لیے اُنھوں نے جو ہدایات چھوڑیں اُن میں دُوسری باتوں کے ساتھ ایک بات یہ بھی شامل تھی کہ منتخب خلیفہ اِس امر کا پابند رہے کہ وُہ اپنے قبیلے کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہ کرے گا مگر بدقسمتی سے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان اس معاملے میں معیارِ مطلوب کو قایم نہ رکھ سکے۔ اُن کے عہد میں بنوامیّہ کو کثرت سے بڑے بڑے عہدے اور بیت المال سے عطیے دیے گئے اور دُوسرے قبیلے اسے تلخی کے ساتھ محسوس کرنے لگے۔ اُن کے نزدیک یہ صلہ رحمی کا تقاضا تھا ...... اِس کا نتیجہ آخرکار وہی ہُوا جس کا حضرت عمرؓ کو اندیشہ تھا۔ اُن کے خلاف شورش برپا ہُوئی اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود شہید ہُوئے، بلکہ قبائلیت کی دبی ہُوئی چنگاریاں پھر سُلگ اُٹھیں جن کا شعلہ خلافتِ راشدہ کے نظام ہی کو پھونک کر رہا۔" [1]

مذکورہ بالا عبارت میں مودودی صاحب نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافتِ راشدہ کی تباہی کا صاف طور پر ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ صاف کہہ دیا کہ اُن کی اقربا پروری کی روِش نے خلافتِ راشدہ کے نظام کو پھونک کر رکھ دیا، برملا لکھ دیا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نافرمانوں کو لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا تھا۔ اِن بیانات کی روشنی میں خلیفۂ ثالث کے تقویٰ و طہارت کا جو نقشہ مودودی صاحب نے کھینچا ہے وہ بالکل واضح ہے۔ اپنے بیان کو مدلل کرنے کی غرض سے موصوف نے بے سروپا تاریخی قصّوں کی آڑ میں یُوں مشقِ ستم بھی کی ہے:

"لیکن اُن (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد جب حضرت عثمان جانشین ہُوئے تو رفتہ رفتہ وہ اِس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے۔ اُنھوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کیے اور اُن کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں ہدفِ اعتراض بن کر رہیں۔

[1] خلافت و ملوکیت، طبع پنجم، ۱۹۷۰ء؛ ص ۹۸ تا ۱۰۰

[illegible] سعد بن ابی وقاص کو معزول کر کے اُنھوں نے کوفہ کی گورنری پر اپنے [illegible] اں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی مُعیط کو مقرر فرمایا اور اس کے بعد یہ منصب [illegible] اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاص کو دیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کو بصرے کی گورنری [illegible] معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو اُن کی جگہ مامور کیا۔ حضرت عمرو [illegible] ابن العاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سَرح کو مقرر کیا۔ حضرت معاویہ سیدنا عمر فاروق کے زمانے میں صرف دمشق کی ولایت [illegible] تھے۔ حضرت عثمان نے اُن کی گورنری میں دمشق، حمص، فلسطین، اردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا۔ پھر اپنے چچا زاد بھائی مروان بن الحکم کو اُنھوں نے اپنا سکرٹری [illegible] جس کی وجہ سے سلطنت کے پورے دروبست پر اس کا اثر و نفوذ قایم ہو گیا۔ اس طرح عملاً ایک ہی خاندان کے ہاتھ میں سارے اختیارات جمع ہو گئے۔" [1]

[illegible] عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقربا پروری اور اُنھیں اعلیٰ عہدوں پر فائز کرنے پر خود ہی اعتراضات [illegible] یا الزامات عاید کیے۔ خود ہی فرضی سی صفائی پیش کر کے اُسے رد کر رہے ہیں۔ [illegible] اپنے ہاتھوں فتنے کا دروازہ کھولنے اور اُسے بند کرنے کے لیے ایسی مہم چلانا کہ دروازہ بھی [illegible] مہم چلانے کا دنیا بھر میں شہرہ بھی ہو جائے، یہ ہے مودودی صاحب کا وہ شریعت [illegible] کارنامہ جس پر اُن کی شہرت کا سارا دار و مدار ہے۔ چنانچہ موصوف کا یہ کردار اُن کی [illegible] عبارت کے آئینے میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے:

[illegible] کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ اپنے خاندان کے جن لوگوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکومت کے یہ مناصب دیے، اُنھوں نے اعلیٰ درجے کی انتظامی [illegible] قابلیتوں کا ثبوت دیا اور اُن کے ہاتھوں بہت سی فتوحات ہُوئیں۔ لیکن [illegible] ہے کہ قابلیت صرف انھی لوگوں میں نہ تھی۔ دوسرے لوگ بھی بہترین قابلیتوں [illegible] موجود تھے اور اِن سے زیادہ خدمات انجام دے چکے تھے۔ محض قابلیت

[1] [illegible] و ملوکیت، ص ۱۰۶ تا ۱۰۸

اِس بات کے لیے کافی دلیل نہ تھی کہ خراسان سے لے کر شمالی افریقہ کا پورا علاقہ ایک
ہی خاندان کے گورنروں کی ماتحتی میں دے دیا جاتا اور مرکزی سکرٹریٹ پر بھی
اُسی خاندان کا آدمی مامور کر دیا جاتا۔ یہ بات اوّل تو بجائے خود قابلِ اعتراض تھی
کہ مملکت کا رئیسِ اعلیٰ جس خاندان کا ہو، مملکت کے تمام اہم عہدے بھی اُسی
خاندان کے لوگوں کو دے دیے جائیں، مگر اس کے علاوہ چند اسباب اور بھی
تھے جن کی وجہ سے اس صورتِ حال نے اور زیادہ بے چینی پیدا کر دی۔"[1]

اب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری جرم فرد کے بارے میں مودودی صاحب کی وضاحت
ملاحظہ ہو:

"مروان کے اِس پس منظر کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں
آ سکتی ہے کہ اُس کا سکرٹری کے منصب پر مقرر کیا جانا لوگوں کو کسی طرح گوارا نہ
ہو سکتا تھا۔ لوگ حضرت عثمان کے اعتماد پر یہ تو مان سکتے تھے کہ حضور نے ان
کی سفارش قبول کر کے حکم کو واپسی کی اجازت دینے کا وعدہ فرما لیا تھا اس لیے
اُسے واپس بُلا لینا قابلِ اعتراض نہیں ہے لیکن یہ مان لینا لوگوں کے لیے مشکل
تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی معتوب شخص کا بیٹا اس بات کا بھی
اہل ہے کہ تمام اکابر صحابہ کو چھوڑ کر اُسے خلیفہ کا سیکرٹری بنا دیا جائے،
خصوصاً جبکہ اُس کا وہ معتوب باپ زندہ موجود تھا اور اپنے بیٹے کے ذریعے حکومت
کے کاموں پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔"[2]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کردہ دونوں الزامات کو مودودی صاحب نے آگے چل
بھی دُہرایا ہے جس سے بعض گوشے مزید اُجاگر ہو جاتے ہیں، چنانچہ موصوف نے لکھا ہے،
"یہ تھے وہ وجوہ جن کی بنا پر حضرت عثمان کی یہ پالیسی لوگوں کے بیچے اور بھی زیادہ
بے اطمینانی کی موجب بن گئی تھی۔ خلیفۂ وقت کا اپنے خاندان کے آدمیوں کو

[1] خلافت وملوکیت: ص ۱۰۸، ۱۰۹۔ [2] ایضاً: ص ۱۱۰، ۱۱۱

پے در پے مملکت کے اہم ترین مناصب پر مامور کرنا بجائے خود کافی وجہِ اعتراض
تھا۔ اس پر جب لوگ یہ دیکھتے تھے کہ آگے لائے بھی جا رہے ہیں تو اس طرح
کے اشخاص، تو فطری طور پر اُن کی بے چینی میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ اِس
سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ دو چیزیں ایسی تھیں جو بڑے دُور رس اور خطرناک
نتائج کی حامل ثابت ہوئیں۔

ایک یہ کہ حضرت عثمان نے حضرت معاویہ کو مسلسل بڑی طویل مدت تک
ایک ہی صوبے کی گورنری پر مامور کیے رکھا۔ وہ حضرت عمر کے زمانہ میں چار سال
سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آ رہے تھے۔ حضرت عثمان نے ان کی سرحد
روم تک اور الجزیرہ سے ساحل بحرِ ابیض تک کا پورا علاقہ ان کی ولایت میں
جمع کر کے اپنے پورے زمانۂ خلافت (۱۲ سال) میں ان کو اُسی صوبے پر برقرار
رکھا۔ یہی وجہ ہے جس کا خمیازہ آخر کار حضرت علی کو بھگتنا پڑا۔ شام کا یہ صوبہ اُس
وقت کی اسلامی سلطنت میں بڑی اہم جنگی حیثیت کا علاقہ تھا۔ اِس کے ایک طرف
تمام مشرقی صوبے تھے اور دوسری طرف تمام مغربی صوبے۔ بیچ میں وہ اِس طرح
حائل تھا کہ اگر اُس کا گورنر مرکز سے منحرف ہو جائے تو وہ مشرقی صوبوں کو مغربی
صوبوں سے بالکل کاٹ سکتا تھا۔ حضرت معاویہ اِس صوبے کی حکومت پر اتنی
طویل مدت تک رکھے گئے کہ انھوں نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جما لیں اور
وہ مرکز کے قابو میں نہ رہے بلکہ مرکز ان کے رحم و کرم پر منحصر ہو گیا۔"

دوسری چیز جو اِس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سیکرٹری
کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریت تھی۔ اِن صاحب نے حضرت عثمان
کی نرم مزاجی اور اُن کے اعتماد سے فائدہ اٹھا کر بہت سے کام ایسے کیے جن کی
ذمہ داری لامحالہ حضرت عثمان پر پڑتی تھی، حالانکہ اُن کی اجازت اور علم کے بغیر ہی
وہ کام کر ڈالے جاتے تھے۔ علاوہ بریں یہ حضرت عثمان اور اکابر صحابہ کے باہمی
خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے تاکہ خلیفۂ برحق

اپنے پرانے رفیقوں کے بجائے ان کو اپنا زیادہ خیر خواہ اور حامی سمجھنے لگیں۔ یہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ انھوں نے صحابہ کے مجمع میں ایسی تہدید آمیز تقریریں کیں جنہیں طلقاء کی زبان سے سننا سابقین اولین کے لیے بمشکل ہی قابلِ برداشت ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر دوسرے لوگ تو درکنار، خود حضرت عثمان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ بھی یہ رائے رکھتی تھیں کہ حضرت عثمان کے لیے مشکلات پیدا کرنے کی بڑی ذمہ داری مروان پر عاید ہوتی ہے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے شوہر محترم سے صاف صاف کہا کہ: "اگر آپ مروان کے کہے پر چلیں گے تو یہ آپ کو قتل کرا کے چھوڑے گا۔ اس شخص کے اندر نہ اللہ کی قدر ہے، نہ ہیبت نہ محبت" [1]

یہ ہے مودودی صاحب کی نظر میں خلیفۂ برحق حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جرائم کی فرد، کوتاہیوں اور غلطیوں کی فہرست جنہیں مودودی صاحب نے جھوٹے اور من گھڑت تاریخی واقعات سے مدلل و مزین بھی کیا ہوا ہے۔ مودودی صاحب کے جملہ نظریات وغیرہ پر سیر حاصل تنقید کے لیے تو قارئینِ کرام "تحفۂ مودودیت" کا انتظار فرمائیں، ان سطور میں تاریخی بحث کی گنجایش کہاں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا فرضی جرائم پر اب سرکار مودودیت مآب کی عدالتِ عالیہ سے جو فیصلہ صادر ہوا، وہ ملاحظہ ہو:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی کا یہ پہلو بلاشبہ غلط تھا اور غلط کام بہرحال غلط ہے، خواہ وہ کسی نے کیا ہو۔ اس کی خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا نہ عقل و انصاف کا تقاضا ہے اور نہ دین ہی کا یہ مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔" [2]

مودودی صاحب کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عدیم المثال ہستی کی غلطیاں تو نظر آ گئیں لیکن کیا انھیں اپنی ذات میں بھی کوئی غلطی نظر آئی ہے؟ ان کے متبعین کی نظر میں مودودی صاحب سے کوئی ایک فعل بھی ایسا سرزد ہوا ہے جسے وہ غلط سمجھتے ہوں؟ اگر کوئی فعل

---

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۱۵، ۱۱۶

یا افعال ایسے ہیں تو از راہِ کرم مسلمانوں کو ان سے مطلع فرمائیں بصورتِ دیگر یہی سمجھا جانے گا کہ قصرِ مودودیت میں رہنے والوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے اگر کسی انسان کو غلطیوں سے پاک رکھا ہے تو وہ صرف مودودی صاحب کی ذات ہے۔ کاش! مودودیت کے شیش محل میں رہنے والے امتِ محمدیہ اور اس کے اکابر پر سنگ باری کرنے سے پہلے کبھی اپنے گریبانوں میں جھانک کر بھی دیکھ لیا کریں کہ وہ: سہ

اسلام کے خلاف خدا کے حریف ہیں
ابلیس کی وہ فصلِ ربیع و خریف ہیں

قارئینِ کرام کو اگر بارِ خاطر نہ ہو تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مودودی صاحب کے الزامات کی فہرست ملاحظہ فرمائی جائے:

۱۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن خوبیوں کے حامل نہ تھے جو حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں موجود تھیں۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو امیہ کو بیت المال سے کثرت کے ساتھ عطیے دیے۔

۳۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ابی معیط (بنو امیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا جنھوں نے معصیتوں کا ارتکاب کیا۔

۴۔ خلیفۂ ثالث نے خراسان سے شمالی افریقہ تک کی اسلامی مملکت اپنے ہی خاندان کے لوگوں کو گورنر بنا بنا کر ان کی ماتحتی میں دے دیا اور سابقین اولین کو نظر انداز کر کے دیا بھی اُن لوگوں کے ہاتھ میں جو طلقاء تھے۔

۵۔ اسلامی مملکت میں سب سے اہم جنگی حیثیت کے صوبہ شام پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عزیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلسل گورنر رکھا نیز ایلہ سے سرحد روم تک اور الجزیرہ سے ساحلِ ابیض تک کا علاقہ ان کی ولایت میں جمع کر دیا تھا۔ جس کا خمیازہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو بھگتنا پڑا تھا۔

۶۔ خلیفۂ ثالث نے اپنے چچا زاد بھائی مروان بن الحکم کو اپنا پرسنل سیکرٹری رکھ لیا تھا جو اپنی غلط کاری سے ایک جانب حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہوتا اور دوسری طرف

اکابر صحابہ کے تعلقات خلیفۂ برحق سے خراب کرنے میں کوشاں رہتا تاکہ خلیفہ کا اعتماد [illegible]

اپنے خاندان پر مرکوز ہو کر رہ جائے۔

مذکورہ اعتراضات پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ مودودی [illegible]
گروہِ روافض کی طرح بعض اکابر صحابہ کی عداوت میں مغلوب ہو چکے ہیں اسی لیے جھوٹے تاریخی
قصّوں کے ساتھ اپنے مفروضات کو بھی قارئین کے سامنے اِس طرح پیش کرتے چلے گئے ہیں گویا
وہ گویا حقیقت پر مبنی ہیں۔ موصوف کا یہ لکھنا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن خوبیوں کے حامل
نہ تھے جو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں موجود تھیں، آخر اِس میں خلیفۂ ثالث کا کیا قصور
جبکہ ہر شخص کے اوصاف علیحدہ اور ہر فرد دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ جناب مودودی صاحب
ہی فرمائیں کہ کیا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان خوبیوں کے حامل
تھے جو کائناتِ ارضی و سماوی کی اُس ممتاز ترین ہستی میں موجود تھیں جس کے وہ خلیفہ مقرر ہوئے تھے
ہر مسلمان یہی جواب دے گا کہ ہرگز وہ ان خوبیوں کے حامل نہیں تھے۔ اِس کے باوجود کسی
مسلمان نے آج تک اُن کے سوا کسی کو خلافت کا حقدار قرار نہیں دیا اور نہ اُنھیں نا اہل [illegible]
اسی طرح خلیفۂ ثالث اگر اُن خوبیوں کے حامل نہ تھے جو شیخین میں تھیں تو یہ کون سا عیب ہے [illegible]
پر انگشت نمائی کی جائے۔ سوال تو صرف یہ ہو سکتا ہے کہ خلیفۂ ثالث حضرات شیخین کے
بعد خلافت کے اہل تھے یا نہیں؟ مودودی صاحب اُنھیں نا اہل قرار دیتے ہیں جیسا کہ اُن کے
اعتراضات کی فہرست سے واضح ہو رہا ہے لیکن سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تربیت یافتہ
افراد (صحابۂ کرام) جو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد بنی نوعِ انسان میں اپنی نظیر
آپ تھے، اُس مقدس گروہ کا فیصلہ یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خلافت کی اہلیت
اور کسی میں نہیں تھی۔ مودودی صاحب خلیفۂ ثالث کو نا اہل بتاتے ہیں جبکہ جملہ صحابۂ کرام نے
اُنھیں اُمتِ محمدیہ کا اہل ترین فرد قرار دیا تھا۔ ان حالات میں فیصلہ قوتِ ایمانی ہی کر سکتی ہے
کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تربیت پانے والے مقدس گروہ کے فیصلے کو
سمجھا جائے یا مودودی صاحب کی رائے کو، جنھیں کسی قابلِ ذکر ہستی سے تربیت پانے کا
زندگی میں ہوا بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیا مودودی صاحب کے مفروضات پر محمد رسول اللہ صلی اللہ

[illegible] وسلم کی معجزانہ تربیت اور صحابۂ کرام کی عظمت کو قربان کر دینا کسی ایسے شخص کا کام ہو سکتا
[illegible] کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان باقی ہو!

دوسرا اعتراض مودودی صاحب نے خلیفۂ ثالث پر یہ کیا ہے کہ اُنھوں نے بیت المال
[illegible] بڑے بڑے عطیے دیے۔ اِس سلسلے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ وضاحت
[illegible]

قال ما اعطیھم من مالی و لا	میں نے جو کچھ اُنھیں (بنو امیہ کو) دیا ہے
استحل اموال المسلمین لنفسی	وہ اپنے ہی مال سے دیا ہے اور مسلمانوں
و لا لاحد من الناس۔ [1]	کا مال میں اپنی ذات کے لیے بھی حلال
	نہیں سمجھتا نہ کسی دوسرے آدمی کے لیے۔

تیسرا اور چوتھا اعتراض کثرت سے بنو امیہ کے گورنر بنانے اور اتنا بڑا ملک ایک ہی خاندان
[illegible] میں دینے پر ہے۔ بہرحال اِس دُکھ میں ہمیں مودودی صاحب سے دلی ہمدردی ہے
[illegible] تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ اُنھیں صحابۂ کرام کے دشمنوں کی صف سے نکال کر اُن بزرگوں
[illegible] میں شامل فرمائے۔ اِس کے علاوہ ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟

[illegible] مودودی صاحب اِسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو حضرت
[illegible] اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مقرر فرمایا تھا اُن میں اعلیٰ درجے کی انتظامی اور جنگی قابلیت تھی
[illegible] بہت سی فتوحات بھی ہوئیں تو معلوم نہیں مودودی صاحب اِس بات پر
[illegible] کیوں ہیں؟ کیا اپنوں کی قابلیت اور سرفروشی سے پورے عالمِ اسلام کو فائدہ پہنچانا
[illegible] کے نزدیک خلیفۂ ثالث کا جرم ہے؟ بندۂ خدا اسلام پر جاں نثاری کا اپنے اقربا کو
[illegible] موقع دینا قابلِ اعتراض کسی عاقل کے نزدیک نہیں ہو سکتا، ہاں لائقِ تحسین
[illegible] ہے۔ رہا اُن کے گورنر بنائے جانے پر اعتراض کرنا، تو یہ بھی ہرگز قابلِ اعتراض
[illegible] حضرات جن غیر مسلم علاقوں کو پے در پے فتح کر کے اسلامی مملکت کی حدود کو روز بروز

---

[1] [illegible] القرآن، جلد سوم، ص ۳۸۵

وسیع کررہے تھے، ایسے علاقوں پر اُن فاتحین حضرات ہی کو گورنر مقرر کرنا زیادہ قرینِ انصاف ہے یا دُوسروں کو؟ دیگر صحابۂ کرام تو اس طرزِ عمل پر قطعاً معترض نہ ہُوئے لیکن اگر مودودی صاحب کو تکلیف پہنچی ہے تو وہ کسی بھی طرح خلیفۂ ثالث ہی کے وقت میں تشریف لے آتے اور جس طرح آج مسلمانوں سے علیحدہ اپنا فرقہ بنا لیا ہے اسی طرح کرکے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے برملا کہہ دیتے کہ حضورِ والا! جن علاقوں کو دلیرانِ بنو امیہ فتح کر رہے ہیں اُن پر یا تو جماعتِ اسلامی کے کارندوں اور ورکروں کو فائز فرماتے جائیے ورنہ آپ کے خلاف ہول ناک نافرمانی شروع کردی جائے گی۔ خلیفۂ برحق کے مخالف ہونے میں اُس وقت تو اقتدار کی موہوم سی اُمید بھی ہوسکتی تھی لیکن آج فرضی قصّوں، جُھوٹی روایتوں کی آڑ لے کر اُن کی مخالفت پر کمربستہ ہونے میں کون سی اسلام کی خدمت یا آخرت کی بھلائی نظر آرہی ہے؟

مودودی صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب مذکورہ صورتِ حال پیش آئی تو صحابۂ کرام میں بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ کاش! موصوف یہ راستہ اختیار نہ کرتے کیونکہ وُہ زمانہ خلافتِ راشدہ کا تھا۔ تمام امُورِ مہمہ اجلہ اصحاب کے مشوروں سے طے پاتے تھے۔ جملہ حضرات بالکل مطمئن اور خلیفۂ برحق کے ساتھ تھے۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ من مانی کررہے ہوتے تو صحابۂ کرام کی اجتماعی قوت ہرگز اُنھیں ایسا نہ کرنے دیتی بلکہ وُہ اُن کی مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھا سکتے اور نہ اُنھوں نے ایسا کوئی قدم اُٹھایا اور نہ جمہور صحابہ کے لیے اُنھیں بارِ خلافت سے سبکدوش کردینا بھی چنداں مشکل نہیں تھا۔

پانچواں اعتراض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گورنری پر ہے کہ خلیفۂ ثالث نے اُنھیں اپنے دورِ خلافت میں مزید پورے بارہ ۱۲ سال تک شام کا گورنر کیوں رکھا؟ کیوں جڑیں مضبوط کرنے کا موقع دیا؟ یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گورنروں کی جڑوں کو کھوکھلی کرتے رہتے تو مودودی صاحب کی آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوجاتا۔ جنابِ والا! خلافتِ راشدہ کے دور میں کسی گورنر کو اُس کے خلاف شکایتیں پہنچنے یا اس کے خود کسی بھی وجہ سے مستعفی ہوجانے کے سوا ہٹایا نہیں جاتا تھا۔ مودودی صاحب کے پاس اگر مذکورہ بارہ سالہ دور کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق معقول شکایتیں ہیں تو وہ علی الاعلان ضرور

پیش کریں تاکہ اُن کی روشنی میں مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں کہ اِن کی موجودگی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چاہیے تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی گورنری سے ہٹا دیتے، بصورتِ دیگر مودودی صاحب اپنے موقف پر نظرِ ثانی فرمالیں تو اُن کے لیے بہت مفید ثابت ہوگا۔

سب سے پہلے بحری بیڑہ تیار کرنے والے قیصرِ روم کی یلغار کو نہ صرف روکنے بلکہ اُسے ناکوں چنے چبوانے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق مودودی صاحب کو یہ شکوہ ہے کہ حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ماتحتی میں ایلہ سے سرحدِ روم تک اور الجزیرہ سے ساحلِ بحرِ ابیض تک کا پورا علاقہ جمع کرکے اُن کی ولایت کو اِتنا وسیع کیوں کردیا تھا۔ کاش! مودودی صاحب سبائیت کی پٹی ہٹا کر اتنا بتانے کی زحمت گوارا فرمالیں کہ ایلہ سے سرحدِ روم تک اور الجزیرہ سے ساحلِ بحرِ ابیض تک کے علاقے فتح کس نے کیے تھے؟ یقیناً وہ اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ اِنھیں قربانی کی کھالیں جمع کرنے والے جماعتِ اسلامی کے کارندوں نے فتح نہیں کیا تھا بلکہ قیصرِ روم کی طاقت پر بار بار ضربیں لگانے والے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کیا تھا۔ شام کا صوبہ جو قیصرِ روم کو اسلامی مملکت کے دارالخلافے کی جانب آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھنے نہیں دیتا تھا اور بری و بحری لڑائیوں میں پے در پے رومیوں پر کاری ضربیں لگا رہا تھا، اُس کی حدود کو وسیع کرکے، اُسے مضبوط سے مضبوط تر بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی تدبّر اور دانشمندی کا ثبوت ہی دیا تھا لیکن دل کی لگی، سبائیت کی کھلبلی اگر اسے غلطی ہی کہنے پر مجبور کرے تو اس قلبی مرض کا علاج توبہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ اِس پر مُصر ہوکر مرغ کی ایک ہی ٹانگ بتائے جانے کا انجام اللہ کے کلامِ معجز نظام نے یہ بتایا ہے:

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔[1]

اُن کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے اُن کی بیماری اور بڑھائی اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے بدلہ اُن کے جُھوٹ کا۔

---

[1] پارہ پہلا، سورۂ بقرہ، آیت ۱۰

بخاری شریف، کتاب الجہاد میں ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم محوِ خواب تھے۔ بیدار ہونے پر بوجہ مسرت تبسم فرمایا۔ حضرت اُمِ حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تبسم کی وجہ پُوچھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

ناس من امتی یرکبون البحر
الاخضر فی سبیل اللہ مثلہم
کمثل الملوک علی لاسرہ
فقالت یا رسول اللہ ادع
اللہ ان یجعلنی منہم قال
اللہم اجعلہا منہم۔

میری امت کے بعض لوگ جہاد فی سبیل اللہ
کی خاطر سمندری جہازوں پر سوار ہیں۔ وہ
یوں نظر آتے ہیں جیسے بادشاہ تخت پر
بیٹھے ہوں۔ اُم حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے عرض کی، دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے
اُن لوگوں میں شمار فرمالے۔ آپ نے
دُعا فرمائی: اے اللہ! اِسے ان لوگوں
میں شمار فرمالے۔

اِسی بخاری شریف کے کتاب الجہاد کی یہ روایت بھی چشمِ بصیرت سے دیکھنے کے قابل ہے:

اوّل جیش من امتی یغزون
البحر قد اوجبوا۔

میری اُمت کی پہلی فوج جو بحری لڑائی
کرے گی اُس کے لیے جنت واجب
ہوگئی۔

بحری بیڑا بنانے کے موجدِ اوّل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی مقدس طاقت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اضافہ کرکے اللہ و رسول کی رضا خریدی، دانشمندی اور ایمانی بصیرت کا زبردست ثبوت دیا ہے، اِسے غلطی بتانا بوالعجبی ہے: ؎

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اِس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

چھٹا اعتراض مودودی صاحب کا یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان جیسے شخص کو محض قرابت کے باعث اپنا سیکرٹری بنا لیا تھا اور وُہ اپنی بے راہ روی کے باعث حکومت کے کاموں پر اثر انداز ہو رہا تھا، کئی نارواکام اُس نے ایسے کیے جن کا

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم بھی نہ ہونے دیا لیکن اُن کی ذمہ داری بہرحال خلیفۂ وقت پر عائد ہوتی ہے اور مروان نے خلیفہ سے اکابر صحابہ کے تعلقات خراب کرنے میں اہم پارٹ ادا کیا۔

جہاں تک مروان کو سیکرٹری بنانے کا تعلق ہے یہ مودودی صاحب کا سفید جھُوٹ اور نری گپ ہے جس کی صحت پر وہ مرتے دم تک کوئی دلیل قایم نہیں کر سکیں گے۔ سیکرٹری کا کوئی عہدہ نہ زمانۂ رسالت میں تھا، نہ عہدِ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اور نہ اِس عہدے کی تخلیق حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور میں ہُوئی۔ پُورا دورِ رسالت اور عہدِ خلافتِ راشدہ اِس عہدے سے نا آشنا رہا۔ کسی نے اِس کا وجود بھی نہ دیکھا، لیکن دورِ حاضر کی محقق و مفکر کہلانے والی ہستی ایسے عالم آشکار میں ڈنکے کی چوٹ جھُوٹ بولنے سے ذرا نہیں شرماتی۔ ایسے فرضی افسانے گھڑنے پر آنکھ ذرا بھی نہیں لجاتی۔ اللہ تعالیٰ دین و دیانت عطا فرمائے۔

مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ مروان نے کئی نارواکام وہ کیے کہ اگرچہ وُہ خلیفہ کے علم میں نہ تھے لیکن اُن کی ذمہ داری خلیفۂ وقت پر عاید ہوتی ہے اِس کے پیشِ نظر ہم سبائیت کے وکیلِ مطلق صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ وہ مرنے سے پہلے ایسے کسی ایک واقعے کی نشاندہی ضرور فرمادیں۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ط عاجز رہنے کی صورت میں درِ توبہ کی جانب رجوع کریں کہ وہ ابھی کھلا ہوا ہے۔

ہم نے یہاں مودودی صاحب کے چیدہ چیدہ چھ اعتراضات ہی پر بخوفِ طوالت اکتفا کیا ہے ورنہ مودودی صاحب نے تو خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے عاری ہو کر اور بھی کتنے ہی سنگین الزامات عاید کیے ہیں، مثلاً:

۱۔ عہدِ عثمانی میں آگے بڑھائے جانے والے بزرگوں کو طلقا بتایا ہے۔
۲۔ بتایا ہے کہ اِسلام لانے تک وہ سرورِ کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مخالف رہے تھے۔
۳۔ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے وقت انھیں معافی ملی تھی۔
۴۔ صاف لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے۔

۵۔ تصریح کی ہے کہ عہدِ عثمانی میں یہ لوگ سابقین اوّلین کو ہٹا کر لائے گئے تھے۔
۶۔ وہ حضرات ملک گیر و ملک دار تھے۔
۷۔ اُن لوگوں کی ذہنی اور اخلاقی تربیت نہیں ہُوئی تھی۔
۸۔ وُہ امتِ مسلمہ کی اخلاقی قیادت اور دینی سربراہی کے لیے موزوں نہ تھے۔
۹۔ اُنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے فائدہ اٹھانے کا بہت کم موقع ملا تھا۔
۱۰۔ حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مے نوشی کا الزام لگایا ہے۔
۱۱۔ عثمانی دَور کے طرزِ عمل کو عہدِ رسالت اور صدیقی و فاروقی دَور کے خلاف بتایا ہے۔
۱۲۔ چار پانچ اصحاب کے علاوہ پورے مدینہ منورہ میں کوئی صحابی خلیفۂ ثالث کا حامی نہ رہا تھا۔

قارئین کرام پہلے چار الزامات کو مدِنظر رکھتے ہُوئے غور فرمائیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سنہ ۶ھ میں ایمان لائے تھے یعنی فتح مکہ سے دو سال پہلے۔ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے وقت چھ سال کے تھے اور حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سال کے۔ لیکن مودودی صاحب بین الاقوامی شخصیت ہو کر ہمالیہ پہاڑ جتنا جھُوٹ بول رہے ہیں اور مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایسی گپتوں سے بھی ذرا نہیں شرماتے، آنکھ تک نہیں جھکاتے۔ ذرا حق کی علمبرداری کے مدعی صاحب سے یہ پوچھا تو جائے کہ جنابِ والا! کیا یہ حضرات بھی طلقاء ہیں؟ کیا یہ دعوتِ اسلام کے فتح مکہ تک مخالف رہے تھے؟ کیا فتح مکہ کے وقت انھیں معافی ملی تھی! کیا یہ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے تھے؟ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ اگر پلّے کوئی دلیل نہ ہو تو بتایا جائے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ کے تحت طوقِ لعنت کس خوشی میں زیبِ گلو فرمایا ہوا ہے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ اتہامات سے توبہ کر کے طوقِ لعنت سے خلاصی حاصل کی جائے؟ قرآن کریم پکار پکار کر کہہ رہا ہے، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

دورِ عثمانی کے اُموی گورنروں میں سے حضرت ولید بن عقبہ اور حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ تعالیٰ عنہما ضرور فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے لیکن برضا و رغبت حلقہ بگوشِ اسلام

ہوئے تھے۔ نہ ان کا شمار طلقاء میں ہے، نہ معافی کا معاملہ درپیش آیا۔ اگر مودودی صاحب کے پاس ان حضرات کو ملعون کرنے کے دلائل ہیں تو اُنھیں ضرور پیش کریں تاکہ ہم قارئین کو اُن دلائل کا وزن دکھا سکیں اور آفتابِ نیمروز کی طرح واضح کر دیں کہ مودودی صاحب حق دشمنی اور بُغضِ اصحابِ رسول میں سبائیوں سے پیچھے ہیں یا چار قدم آگے ہی بڑھے ہُوئے ہیں۔ چنانچہ:-

مشاطہ را بگو کہ بر اسبابِ حُسنِ یار
چیزے فزوں کند کہ تماشا بما رسد

کاش! حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مشقِ ستم کرتے وقت مودودی صاحب کے گوشۂ ذہن میں یہ بات آجاتی کہ وہ خلافتِ راشدہ اور یارانِ رسول پر تنقید کر رہے ہیں، کسی ڈکٹیٹر پر اُن کی تنقید نہیں ہے۔ خلافتِ راشدہ میں تمام امور باہمی مشورے سے طے پایا کرتے تھے کسی ایک شخص کی رائے قانون نہیں بن جاتی تھی۔ دورِ عثمانی میں بھی تمام امور مشورے سے طے ہوتے تھے۔ اگر کسی کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتظامِ سلطنت غلط ہے تو اُس وقت کے تمام صحابۂ کرام کو غلط ماننا لازم آئے گا، چنانچہ اسی حقیقت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے یُوں اظہار فرمایا ہے:

وما ذنب عثمان فيما صنع	اور اُس میں حضرت عثمان کا کیا گناہ ہے
عن امرنا۔ [1]	جو اُنھوں نے ہمارے مشورے سے کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصری سبائیوں کی ایک جماعت کو دھتکارتے ہُوئے معترضین خلیفۂ ثالث کے بارے میں فرمانِ رسالت سُناتے ہُوئے یُوں اپنا عندیہ ظاہر کیا تھا:

فصاح بهم واطردهم	آپ نے اونچی آواز سے اُنھیں دھتکارا
وقال لقد علم الصالحون	اور فرمایا: نیک لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے
ان جيش ذي المروه و ذي	کہ ذی مروہ اور ذی خشب کے لشکر
خشب ملعونون على لسان	محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

[1] تاریخ طبری، جلد سوم: ص ۳۲۰

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فارجعوا لا صحبکم اللہ۔ [1]	فرمان کے مطابق ملعون ہیں۔ تم واپس چلے جاؤ، اللہ تعالیٰ تمہارا حمایتی نہ ہو۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفینِ عثمان کی اِس ساری کارگزاری کو بلوٰی یعنی شرارت وبغاوت قرار دیا ہے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى۔	اُسے (حضرت عثمان کو) جنت کی بشارت دے دو، بلوٰی کے ساتھ۔

اِن کی دُوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ۔	اُسے جنت کی خوشخبری سُنا دو ساتھ بلوٰی کے جس سے وہ دوچار ہوگا۔

ترمذی شریف میں حضرت مُرّہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دیتے ہُوئے آپ کی جانب اشارہ کرکے فرمایا تھا:

هذا يومئذ على الهدٰى۔	اُس روز ہدایت پر یہ ہوگا۔

اِسی ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقال یقتل هذا فیہا مظلوماً لعثمان۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنے کا ذکر کیا اور حضرت عثمان کے متعلق فرمایا کہ اُس میں یہ مظلومانہ شہید ہوں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طویل حدیث میں ہے کہ فتنہ کے وقت آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کے اصرار پر خلافت نہ چھوڑ دینا۔ الفاظ یہ ہیں: لعلّ اللہ یقمصك قمیصا فان ارادوك علی خلعه فلا تخلعه لهم۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ

---

[1] ابن جریر و ابن کثیر بحوالہ عادلانہ دفاع، جلد اوّل، ص ۱۹۸، ۱۹۹

میں ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ اِس تذکرہ کے وقت ایک صحابی نے گزارش کی کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس فتنہ کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے، تو حکم ہُوا، علیکم بالامیر واصحابه وهو یشیر الی عثمان۔ یعنی اپنے امیر اور اُس کے ساتھیوں کی اطاعت کرنا۔ امیر کہتے وقت آپ نے حضرت عثمان کی جانب اشارہ فرمایا۔ لیکن مودودی صاحب اُن کی مخالفت اور سبائیوں کی ہمنوائی پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

مودودی صاحب کی مشقِ ستم سے رافضی حضرات بڑے شادماں ہیں کہ اُنھوں نے دشمنانِ صحابہ کی وکالت کا حق ادا کر دیا لیکن جو بیباک قلم کسی کو نظر انداز کرنا جانتا ہی نہ ہو اُس کی ناوک فگنی سے بھلا کون بچ سکتا ہے؟ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیر اندازی ان لفظوں میں ہوتی ہے:

"حضرت علی نے اِس پُورے فتنے کے زمانے میں جس طرح کام کیا وہ ٹھیک ٹھیک ایک خلیفۂ راشد کے شایانِ شان تھا۔ البتہ صرف ایک چیز ایسی ہے جس کی مدافعت میں مشکل ہی سے کوئی بات کہی جاسکتی ہے وُہ یہ کہ جنگِ جمل کے بعد اُنھوں نے قاتلینِ عثمان کے بارے میں اپنا رویہ بدل دیا۔ جنگِ جمل تک وُہ اُن بزرگوں سے بیزار تھے، یا دلِ ناخواستہ اُن کو برداشت کر رہے تھے لعد ان پر گرفت کرنے کے لیے موقع کے منتظر تھے۔ حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ و زبیر سے گفتگو کرنے کے لیے جب اُنھوں نے حضرت قعقاع بن عمرو کو بھیجا تھا تو اُن کی نمائندگی کرتے ہُوئے حضرت قعقاع نے کہا تھا کہ، حضرت علی نے قاتلینِ عثمان پر ہاتھ ڈالنے کو اُس وقت تک موخر کر رکھا ہے جب تک وُہ اُنھیں پکڑنے پر قادر نہ ہوجائیں، آپ لوگ بیعت کرلیں تو خونِ عثمان کا بدلہ لینا آسان ہوجائے گا۔ پھر جنگ سے عین پہلے جو گفتگو اُن کے اور حضرت طلحہ و زبیر کے درمیان ہُوئی اُس میں حضرت طلحہ نے اُن پر الزام لگایا کہ آپ خُونِ عثمان کے ذمہ دار ہیں تو اِنھوں نے جواب میں فرمایا: لعن اللہ قتلة عثمان (عثمان کے قاتلوں پر اللہ کی لعنت)۔ لیکن اس کے بعد بتدریج وُہ لوگ اُن کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمان کے خلاف

کہ حضرت علی قاتلینِ عثمان پر مقدمہ چلا کر اُنھیں سزا دیں، بلکہ یہ کیا کہ وہ قاتلینِ عثمان کو اُن کے حوالہ کر دیں تاکہ وہ خود اُنھیں قتل کریں۔ یہ سب کچھ دورِ اسلام کی نظامی حکومت کے بجائے زمانۂ قبل اسلام کی قبائلی بدنظمی سے اشبہ ہے۔ خونِ عثمان کے مطالبے کا حق اوّل تو حضرت امیر معاویہ کے بجائے حضرت عثمان کے شرعی وارثوں کو پہنچتا تھا۔ تاہم اگر رشتہ داری کی بناء پر حضرت معاویہ اِس مطالبہ کے مجاز ہو بھی سکتے تھے تو اپنی ذاتی حیثیت میں، نہ کہ شام کے گورنر کی حیثیت میں۔ حضرت عثمان کا رشتہ جو کچھ بھی تھا، معاویہ بن ابی سفیان سے تھا، شام کی گورنری اُن کی رشتہ دار نہ تھی۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ خلیفہ کے پاس مستغیث بن کر جا سکتے تھے اور مجرمین کو گرفتار کرنے اور اُن پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کر سکتے تھے۔ گورنر کی حیثیت سے اُنھیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی طریقے سے بیعت ہو چکی تھی، جس کی خلافت کو اُن کے زیرِ انتظام صوبے کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی، اُس کی اطاعت سے انکار کر دیتے اور اپنے زیرِ انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال کرتے اور ٹھیٹھ جاہلیتِ قدیمہ کے طریقے پر مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کارروائی کے بجائے مدعیِ قصاص کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ خود ان سے بدلہ لے۔"[1]

مودودی صاحب کو کون سمجھائے کہ یہ معاملہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق ہی کا نہیں تھا بلکہ اُن لوگوں سے بدلہ لینے اور اُس جماعت کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کا مرحلہ تھا، جس نے خلیفۂ ثالث کو شہید کر کے نظامِ خلافت کو درہم برہم کرنے کی سعیِ نامسعود کی تھی۔ اِن حالات میں ہر مسلمان مستغیث تھا اور ایک پوری جماعت مجرم تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر خلیفہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے ماتحت گورنر نہ ہوتے تو واقعی حضرت

---

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۲۵، ۱۲۶

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خونِ عثمان کے سلسلے میں گورنر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ذاتی حیثیت میں مطالبہ کرنا چاہیے تھا، لیکن خلیفۂ وقت کے وفادار گورنر کی حیثیت میں قاتلینِ خلیفۂ برحق کے خلاف عملی اقدام کرنا اُن کی قانونی اور شرعی ذمہ داری قرار پاتا ہے۔ اِس کو ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ ٹھہرانے اور زمانۂ قبل اسلام کی بدنظمی سے اشبہ بتانے کی وہی شخص جرأت کر سکتا ہے، جو بغضِ صحابہ کی بیماری کا شکار اور رفض و سبائیت کا عاشقِ زار ہو۔ اِسی سلسلے کی اگلی کڑی ملاحظہ ہو:

"حضرت عثمان کی شہادت (۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ) کے بعد حضرت نعمان بن بشیر اُن کا خون سے بھرا ہوا قمیص، اور اُن کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت معاویہ کے پاس دمشق لے گئے اور اُنھوں نے یہ چیزیں منظرِ عام پر لٹکا دیں تاکہ اہلِ شام کے جذبات بھڑک اُٹھیں۔ یہ اِس بات کی کھلی علامت تھی کہ حضرت معاویہ خونِ عثمان کا بدلہ قانون کے راستہ سے نہیں بلکہ غیر قانونی طریقہ سے لینا چاہتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ شہادتِ عثمان کی خبر ہی لوگوں میں غم و غصہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی، اس قمیص اور انگلیوں کا مظاہرہ کر کے عوام میں اشتعال پیدا کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔"[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو کچھ عرصہ بعد اُنھوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی گورنری سے معزول کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ مورخین نے اِس سلسلے میں بہت کچھ رائے زنی کی ہے، جس کی تغلیط کرتے ہوئے مودودی صاحب نے اپنا عندیہ یوں بیان کیا ہے:

"حالانکہ واقعات کا جو نقشہ خود انہی مورخین کی لکھی ہوئی تاریخوں سے ہمارے سامنے آتا ہے اُسے دیکھ کر کوئی سیاسی بصیرت رکھنے والا آدمی یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت علی اگر حضرت معاویہ کی معزولی کا حکم صادر کرنے میں تاخیر کرتے تو یہ بہت بڑی غلطی ہوتی۔ ان کے اِس اقدام سے ابتداً

---

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۳۲

ہی میں یہ بات کھل گئی کہ حضرت معاویہ کس مقام پہ کھڑے ہیں۔ زیادہ دیر تک اُن کے موقف پر پردہ پڑا رہتا تو یہ دھوکے کا پردہ ہوتا جو زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔"[1]

یہاں مودودی صاحب نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار بیان کیا ہے کہ وہ کس قسم کے انسان تھے۔ یہی مشقِ ستم تاریخ کی آڑ اور جھوٹی کہانیوں کے سہارے مزید جاری رکھتے ہوئے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو موصوف نے عیاروں کی صف میں دکھانے کی غرض سے یہ ستم بھی ڈھایا ہے:

"حضرت عمار کی شہادت کے دوسرے روز ۱۰ صفر کو سخت معرکہ برپا ہوا جس میں حضرت معاویہ کی فوج شکست کے قریب پہنچ گئی۔ اُس وقت حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ کو مشورہ دیا کہ اب ہماری فوج نیزوں پر قرآن اٹھا لے اور کہے کہ ھٰذَا حَکَمٌ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ (یہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے) اس کی مصلحت حضرت عمرو نے خود یہ بتائی کہ اس سے علی کے لشکر میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ کچھ کہیں گے کہ یہ بات مان لی جائے اور کچھ کہیں گے کہ نہ مانی جائے۔ ہم مجتمع رہیں گے اور اُن کے ہاں تفرقہ برپا ہو جائے گا۔ اگر وہ مان گئے تو ہمیں مہلت مل جائے گی۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض ایک جنگی چال تھی، قرآن کو حکم بنانا سرے سے مقصود ہی نہ تھا۔ اس مشورے کے مطابق لشکرِ معاویہ میں قرآن نیزوں پر اٹھایا گیا اور اس کا وہی نتیجہ ہوا جس کی حضرت عمرو بن العاص کو امید تھی۔ حضرت علی نے عراق کے لوگوں کو سمجھایا کہ اس چال میں نہ آؤ اور جنگ کو آخری فیصلے تک پہنچ جانے دو۔ مگر ان میں پھوٹ پڑ کر رہی۔ اور آخر کار حضرت علی مجبور ہو گئے کہ جنگ بند کر کے حضرت معاویہ سے تحکیم کا معاہدہ کر لیں۔"[2]

حافظ ابن کثیر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تجویز اور تحکیم کے مسئلے میں

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۳۲، ۱۳۳

[2] ایضاً ص ۱۳۹ - ۱۴۰

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برطرف نہ کرنا، اجتہاد کی بنا پر بتایا ہے جس میں وہ اگر غلطی پر بھی ہوں پھر بھی اجر کے مستحق ہیں۔ اس پر مودودی صاحب بڑے برافروختہ ہیں اور بپھر کر اپنے ممدوح کی رائے کو یوں رد کرتے ہیں:

"اجتہاد کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ امرِ حق معلوم کرنے کے لیے آدمی اپنی انتہائی حدِ وسع تک کوشش کرے۔ اس کوشش میں نادانستہ غلطی بھی ہو جائے تو حق معلوم کرنے کی کوشش بجائے خود اجر کی مستحق ہے۔ لیکن جان بوجھ کر ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق غلط کام کرنے کا نام اجتہاد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت اس طرح کے معاملات میں افراط و تفریط دونوں ہی یکساں احتراز کے لائق ہیں۔ کوئی غلط کام محض شرفِ صحابیت کی وجہ سے مشرف نہیں ہو جاتا بلکہ صحابی کے مرتبۂ بلند کی وجہ سے وہ غلطی اور نمایاں ہو جاتی ہے۔ لیکن اس پر رائے زنی کرنے والے کو لازماً یہ احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیے کہ غلط کو صرف غلط سمجھنے اور کہنے پر اکتفا کرے۔ اس سے آگے بڑھ کر صحابی کی ذات کو بحیثیت مجموعی مطعون کرنے لگے۔ حضرت عمرو بن العاص یقیناً بڑے مرتبے کے بزرگ ہیں اور انہوں نے اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ البتہ اُن سے یہ دو کام ایسے سرزد ہو گئے ہیں جنہیں غلط کہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔"[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر سبائیوں کی ہمنوائی کرتے ہوئے مودودی صاحب نے منبروں پر خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سب و شتم کا سلسلہ جاری کرنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ اسی الزام تراشی کے ضمن میں موصوف نے حجر بن عدی تابعی کا ذکر یوں کیا ہے:

"اس نئی پالیسی کی ابتدا حضرت معاویہ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدی کے قتل (۵۱ھ) سے ہوئی جو ایک زاہد و عابد صحابی اور صلحائے اُمت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں جب منبروں پر

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۴۳، ۱۴۴

خطبوں میں علانیہ حضرت علی پر لعنت اور سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا تو عام
مسلمانوں کے دل ہر جگہ ہی اس سے زخمی ہو رہے تھے مگر لوگ خون کا گھونٹ
پی کر خاموش ہو جاتے تھے۔ کوفہ میں حجر بن عدی سے صبر نہ ہو سکا اور انھوں نے
جواب میں حضرت علی کی تعریف اور حضرت معاویہ کی مذمت شروع کر دی حضرت
مغیرہ جب تک کوفہ کے گورنر رہے، وہ ان کے ساتھ رعایت برتتے رہے۔
ان کے بعد جب زیاد کی گورنری میں بصرے کے ساتھ کوفہ بھی شامل ہو گیا تو اُس
کے اور ان کے درمیان کش مکش برپا ہو گئی۔ وہ خطبے میں حضرت علی کو گالیاں
دیتا تھا اور یہ اُٹھ کر اُس کا جواب دینے لگتے تھے۔ اسی دوران میں ایک
مرتبہ اُنھوں نے نمازِ جمعہ میں تاخیر پر بھی اُس کو ٹوکا۔ آخر کار اُس نے
انھیں اور ان کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے خلاف بہت سے
لوگوں کی شہادتیں اس فردِ جرم پر لیں کہ: انھوں نے ایک جتھا بنا لیا ہے،
خلیفہ کو علانیہ گالیاں دیتے ہیں، امیر المؤمنین کے خلاف لڑنے کی دعوت دیتے
ہیں، ان کا دعویٰ یہ ہے کہ خلافت آلِ ابی طالب کے سوا کسی کے لیے درست
نہیں ہے، انھوں نے شہر میں فساد برپا کیا اور امیر المؤمنین کے عامل کو نکال
باہر کیا، یہ ابوتراب (حضرت علی) کی حمایت کرتے ہیں، اُن پر رحمت بھیجتے
ہیں اور اُن کے مخالفین سے اظہارِ برأت کرتے ہیں۔"[1]

مودودی صاحب نے اِس اعتماد پر کہ بہت سے عقل کے اندھے اور دین کے کورے اُن
کی باتوں پر وثوق کے ساتھ ایمان لانے کے عادی ہو چکے ہیں، اسی لیے اُنھوں نے اِس
عبارت میں پیٹ بھر کر جھوٹ بولے ہیں۔ مثلاً: حجر بن عدی کو صحابی بتانا پہلا جھوٹ۔ اُسے
عابد زاہد اور صلحائے اُمت میں شمار کرنا دُوسرا جھوٹ۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
زمانہ میں منبروں پر خطبوں میں علانیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر لعنت کرنے اور سب وشتم کا

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۶۴

سلسلہ شروع کرنے کا الزام تیسرا جھوٹ۔ مسلمانوں کے دلوں کا زخمی ہونا چوتھا جھوٹ۔ مسلمانوں
کا خون کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جانا پانچواں جھوٹ۔ حجر بن عدی کا اس پر صبر کرنا چھٹا جھوٹ۔
زیاد کا خطبے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا ساتواں جھوٹ۔ فردِ جرم کو خلاف واقعہ ٹھہرانا
آٹھواں جھوٹ۔ اگر دورِ حاضر کے وکیلِ روافض و دشمنِ صحابہ یعنی عالیجناب مودودی صاحب کے نزدیک
آخرت کی بازپرس بھی کوئی چیز ہوتی تو وہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کے تحت کبھی برضا و رغبت
طوقِ لعنت کو زیبِ گلو نہ کرتے۔ موصوف نے آگے لکھا ہے:

"اس طرح یہ ملزم حضرت معاویہ کے پاس بھیجے گئے اور اُنھوں نے ان کے قتل کا حکم
دے دیا۔ قتل سے پہلے جلادوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ:
"ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم علی سے برأت کا اظہار کرو اور اُن پر لعنت بھیجو تو تمھیں
چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے۔" اُن لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا
اور حجر نے کہا: "میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے۔"
آخر کار وہ اور اُن کے سات ساتھی قتل کر دیے گئے۔ اُن میں سے ایک صاحب
عبدالرحمٰن بن حسان کو حضرت معاویہ نے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا اور اُس کو
لکھا کہ انھیں بدترین طریقہ سے قتل کرو، چنانچہ اُس نے انھیں زندہ دفن کرا دیا۔"[1]

موصوف نے الاستیعاب، ابنِ اثیر، البدایہ والنہایہ اور ابنِ خلدون کے سہارے یہ تمام
جھوٹ بولے ہیں جبکہ وہاں مودودی صاحب کی بعض فرضی ڑٹلوں کا وجود تک نہیں۔ بعض باتیں
ان ماخذوں میں ہیں لیکن کذابوں اور غالی رافضیوں کی روایات سے۔ انھیں اپنی تحقیق کا مدار
وہی بنائے گا جو بغضِ صحابہ میں مغلوب الحال اور سبائیوں کا طابق النعل بالنعل ہو۔ اس کرتوت
سے بہرحال مسلمانوں کو مودودی صاحب کے مرکر مٹی میں ملنے سے پہلے ہی پتہ لگ گیا کہ وہ کس
مقام پر کھڑے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر روافض کے اتباع میں گھناؤنے الزامات
عاید کرتے ہوئے موصوف نے یہ الزام بھی لگایا ہے:

[1] خلافت و ملوکیت: ص ۱۶۵

"ایک نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہُوئی کہ وہ خود اور اُن کے حکم سے اُن کے تمام گورنر، خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبرِ رسول پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضور کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی کی اولاد اور اُن کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سُنتے تھے۔" [۱]

مودودی صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یُوں بھی مشقِ ستم کی ہے:

"مالِ غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ نے کتاب اللہ اور سنّتِ رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب و سنّت کی رُو سے پُورے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہیے اور باقی چار حصّے اُس فوج میں تقسیم کیے جانے چاہییں جو لڑائی میں شریک ہُوئی ہو۔ لیکن حضرت معاویہ نے حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے چاندی سونا اُن کے لیے الگ نکال لیا جائے، پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔" [۲]

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مودودی صاحب نے اپنی تحقیق کے ترکش سے یہ تیر بھی چلایا ہے:

"حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور اُن کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اُن کا گورنر عبداللہ بن عمرو بن غیلان ایک مرتبہ بصرے میں منبر پر خطبہ دے رہا تھا۔ ایک شخص نے دورانِ خطبہ میں اُس کو کنکر مار دیا۔ اِس پر عبداللہ نے اُس شخص کو گرفتار کروایا اور اُس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ حالانکہ شرعی قانون کی رُو سے یہ ایسا جُرم نہ تھا جس پر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ حضرت معاویہ کے پاس استغاثہ کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مَیں ہاتھ کی دیت تو بیت المال سے ادا کر دوں گا، مگر میرے عمّال سے قصاص کی کوئی سبیل نہیں۔ زیاد کو جب حضرت معاویہ نے بصرے کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر مقرر کیا اور

---

[۱] خلافت و ملوکیت، ص ۱۷۴

[۲] ایضاً، ص ۱۷۳

وہ پہلی مرتبہ خطبہ دینے کے لیے کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر کھڑا ہُوا تو کچھ لوگوں نے اُس پر کنکر پھینکے۔ اُس نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرا دیے اور کنکر پھینکنے والے تمام لوگوں کو (جن کی تعداد ۳۰ سے ۸۰ تک بیان کی جاتی ہے) گرفتار کرا کے اُسی وقت اُن کے ہاتھ کٹوا دیے۔ کوئی مقدمہ اُن پر نہ چلایا گیا، کسی عدالت میں وہ نہ پیش کیے گئے کوئی باقاعدہ قانونی شہادت اُن کے خلاف پیش نہ ہُوئی۔ گورنر نے محض اپنے انتظامی حکم سے اتنے لوگوں کو قطعِ ید کی سزا دے ڈالی جس کے لیے قطعاً کوئی شرعی جواز نہ تھا۔ مگر دربارِ خلافت سے اِس کا بھی کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔ اِس سے بڑھ کر ظالمانہ افعال بُسر بن ابی ارطاۃ نے کیے، جسے حضرت معاویہ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علیؓ کے قبضے سے نکالنے کے لیے بھیجا تھا اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے مامور کیا تھا۔ اُس شخص نے یمن میں حضرت علی کے گورنر عبیداللہ بن عباسؓ کے دو چھوٹے چھوٹے بچّوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اِن بچّوں کی ماں اِس صدمے سے دیوانی ہو گئی۔ بنی کنانہ کی ایک عورت جو یہ ظلم دیکھ رہی تھی، چیخ اٹھی کہ "مردوں کو تو تم نے قتل کر دیا، اب اِن بچّوں کو کس لیے قتل کر رہے ہو؟ بچّے تو جاہلیت میں بھی نہیں مارے جاتے تھے۔ اے ابن ارطاۃ، جو حکومت بچّوں اور بوڑھوں کے قتل اور بے رحمی و برادر کشی کے بغیر قایم نہ ہو سکتی ہو، اُس سے بُری کوئی حکومت نہیں۔" اِس کے بعد اسی ظالم شخص کو حضرت معاویہ نے ہمدان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جو اُس وقت حضرت علی کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اُس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلمِ عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی گئی تھیں، اُنھیں لونڈیاں بنا لیا۔ حالانکہ شریعت میں اِس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ ساری کارروائیاں گویا اِس بات کا عملاً اعلان تھیں کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کُھلی چھٹی ہے اور سیاسی معاملات میں شریعت کی کسی حد کے وہ پابند نہیں ہیں۔" [۱]

---

[۱] خلافت و ملوکیت، ص ۱۷۵، ۱۷۳، ۱۷۷

اِن تمام الزامات کے جواب میں ہماری صرف یہی گزارش ہے کہ مودودی صاحب ! اِنَّ مَوْعِدَكُمُ الصُّبْحُ ۔ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۝ حشر کے میدان میں جب یہ صحابۂ کرام آپ کو گریبان سے پکڑ کر انصاف کے طلبگار ہوں گے تو اللہ اور اس کے آخری رسول کو چھوڑ کر کتاب و سنت کی واضح تعلیمات سے منہ موڑ کر، روافض سے رشتہ جوڑ کر جن کذابوں کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنا کر اُن مقدس ہستیوں پر کیچڑ بازی کی جو ملتِ اسلامیہ کی خشتِ اول، تعلیماتِ اسلامیہ کی منہ بولتی تصویریں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے تربیت یافتہ تھے، کیا اُس وقت مودودی صاحب کے وُہ کذاب اور افترا پرداز پیشوا اِن کے کچھ کام آجائیں گے؛ اگر صفائی کا موقع دیتے ہوئے بارگاہِ خداوندی سے حکم ہُوا کہ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ اُس وقت مودودی صاحب اور اُن کے سارے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ صفائی پیش کر سکیں گے ؛ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝

جب سرِ محشر وُہ پُوچھیں گے بُلا کے سامنے
کیا جوابِ جُرم دو گے تم خدا کے سامنے

مودودی صاحب نے مفسرِ قرآن بن کر تفہیم القرآن چھ جلدوں میں لکھی۔ قرآنِ کریم کی متعدد آیات صحابہ کرام کی تعریف و توصیف میں ہیں۔ متعدد مقامات پر اُن بزرگوں کے عدیم المثال فضائل و درجات اور جانی و مالی قربانیوں کی قبولیت اور تقوٰی و طہارت کے مجسمے ہونے اور شریعتِ مطہرہ کی منہ بولتی عملی تصویریں ہونے کا اعلان فرمایا گیا ہے، لیکن حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ ایسی آیتوں کی تشریح کرنے اور صحابۂ کرام کے خداداد فضائل و کمالات کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے مودودی صاحب کے قلم کی سیاہی خشک ہو جاتی تھی۔ نمونے کے طور پر چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۳ میں حکم ہوا ہے کہ صحابہ کی طرح ایمان لاؤ اور ان پر اعتراض کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے خود جواب دیا ہے۔ لیکن تفہیم القرآن، جلد اوّل کا صفحہ ۵۴ اِن پہلوؤں کو بیان کرنے سے خاموش رہا ہے۔

۲۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۳۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو گروہ صحابہ کی طرح ایمان لائیگا

وہی مومن ہو سکتا ہے اور اِس طرح ایمان لانے سے جو انکار کرے وہ ہٹ دھرم ہے۔ یہ آیت تفہیم القرآن، جلد اوّل طبع یازدہم کے صفحہ ۱۱۶ پر ہے لیکن مودودی صاحب نے اِس موضوع پر ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

۳۔ سورۃ الانفال کی آیت ۷۴ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجر و مجاہدین اصحاب کو هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا سے یاد فرمایا۔ اُن کے لیے مغفرت اور رزقِ کریم کی بشارت دی۔ یہ آیت تفہیم القرآن جلد دوم، طبع ہشتم کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے لیکن مودودی صاحب نے شمعِ رسالت کے پروانوں کی اِن خوبیوں اور بشارتوں کے بارے میں زبان بند رکھی۔

۴۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۲۰ اور اُس سے اگلی چند آیتوں میں صحابۂ کرام کے عظیم فضائل و درجات کا بیان ہے۔ یہ آیتیں تفہیم القرآن، جلد دوم کے صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۳ پر ہیں۔ لیکن مودودی صاحب کے قلم پر معلوم نہیں کس مصلحت نے پہرے بٹھا دیے تھے کہ اُنھوں نے اُمتِ محمدیہ کے اِن محسنوں کے فضائل و کمالات کی تشریح و توضیح سے اپنے راہوارِ قلم کو کوسوں دُور ہی رکھا۔

۵۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۱۰۰ میں مہاجرین و انصار کے سابقینِ اوّلین اور اُن کے متبعین کو اللہ جل مجدہٗ نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کی سندِ رحمت فرمائی ہے نیز اُن کے جنتی اور صاحبِ فوزِ عظیم ہونے کی بشارت سُنائی ہے۔ یہ آیت تفہیم القرآن، جلد دوم کے صفحہ ۲۲۰ پر ہے لیکن سرکارِ مودودیت مآب کی تفسیر و تفہیم کا مُنہ تک رہی ہے کہ کاش وُہ بولتے۔ آیاتِ قرآنیہ کی موافقت میں کچھ تو مُنہ کھولتے۔ وائے حرماں نصیبی۔

۶۔ سورۃ الفتح کی آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گروہِ صحابہ پر ہم نے کلمۂ تقوٰی لازم کر دیا اور یہ اِس کے سب سے زیادہ حقدار اور اہل ہیں۔ یہ آیت تفہیم القرآن، جلد پنجم کے صفحہ ۹۱ پر ہے لیکن اِن اُمور کی قطعاً تشریح نہیں کی۔

۷۔ سورۃ الحجرات کی تیسری آیت میں صحابۂ کرام کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ ہے تفہیم القرآن جلد پنجم، صفحہ ۷۲ پر صحابۂ کرام کے اِن فضائل پر کوئی روشنی نہیں ڈالی گئی۔

۸۔ سورۃ الحجرات کی ساتویں آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام کے دلوں میں کفر و

فسق وعصیان سے نفرت بھر دی ہے۔ مودودی صاحب نے اس کا اعتراف تو کیا ہے لیکن دل کھول کر صحابۂ کرام پر بلکہ اکابر صحابہ پر فسق وعصیان کے الزامات عائد کر کے قرآنِ کریم کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی ہے جیسا کہ گزشتہ الزامات سے واضح ہے۔

۹۔ سورۂ الحدید کی آیت ۱۰ میں صحابۂ کرام کو اعظم درجے اور وعدۂ حسنیٰ کی بشارت دی گئی لیکن تفہیم القرآن، جلد پنجم، طبع چہارم کے صفحہ ۳۰۰ پر ان امور کے بیان سے موصوف کا قلم خاموش رہا۔

۱۰۔ سورۂ حشر کی آیت ۸ تا ۱۰ اصحابِ کرام کی شان میں ہیں، لیکن تفہیم القرآن، جلد پنجم کے صفحہ ۳۹۳ تا ۴۰۳ میں ان بزرگوں کے اوصاف پر روشنی ڈالنا شاید مودودی صاحب کی طبعِ نازک پر گراں گزرا۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

اکابر صحابہ کے انفرادی فضائل سے قطعِ نظر کرتے ہوئے ذیل میں چند وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں صحابۂ کرام کے مجموعی فضائل کا تذکرہ ہے۔ قارئینِ کرام انہیں بغور دیکھیں اور مودودی صاحب کے گزشتہ بیانات واتہامات سے موازنہ کریں۔ موازنہ کرتے وقت انصاف کا دامن کسی صورت میں بھی چھوڑ دینا خطرناک نتائج کا باعث ہو سکتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۔[1]

اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی، وہی سچے ایمان والے ہیں۔ اُن کے لیے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں لڑے،

[1] پارہ ۱۰، سورۃ الانفال، آیت ۷۴

اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝[1]

اللہ کے یہاں اُن کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔ اُن کا رب اُنھیں خوشی سناتا ہے، اپنی رحمت اور اپنی رضا اور اُن باغوں کی جن میں اُنھیں دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝[2]

سب میں اگلے، پہلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ اُن کے پیرو ہوئے اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر رکھے ہیں باغ، جن کے نیچے نہریں بہیں، ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا۔[3]

اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اِس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ

بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں

[1] پ ۱۰، س التوبہ، آیت ۲۰ تا ۲۲
[2] پ ۱۱، س التوبہ، آیت ۱۰۰
[3] پ ۲۶، س الفتح، آیت ۲۶

رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ [1]

رسول اللہ کے پاس، وُہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ [2]

لیکن اللہ نے تمھیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمھیں ناگوار کر دی۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ [3]

تم میں برابر نہیں وہ جنھوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا - وہ مرتبہ میں اُن سے بڑے ہیں، جنھوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا - اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

فیصلہ کُن مرحلہ

قارئینِ کرام! آپ نے صحابۂ کرام پر تحقیق کے پردے میں مودودی صاحب کے بعض الزامات بھی گزشتہ سطور میں پڑھے اور اُن مقدس بزرگوں کے بارے میں قرآن کریم کے واضح اعلانات بھی ملاحظہ فرمائے۔ اِس مرحلے پر ہر قاری کے

---

[1] پ ۲۶، س الحجرات، آیت ۳

[2] پ ۲۶، س الفتح، آیت ۷

[3] پ ۲۷، س الحدید، آیت ۱۰

ایمان کا امتحان ہے۔ ایک جانب خداوندی ارشادات ہیں اور دوسری طرف مودودی صاحب کے عاید کردہ الزامات۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں مطابقت ہے یا کُھلا ہُوا تضاد۔ آئیے اِس امر کا جائزہ لیتے ہیں:

۱۔ اُس ذات نے فرمایا جو عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ہے کہ میں نے گروہِ صحابہ کے قلوب کو تقوٰی کے لیے آزما لیا ہے (الحجرات، آیت ۳) اور ان پر کلمۂ تقوٰی کو لازم کر دیا ہے کیونکہ یہ اس کے سب سے بڑھ کر حقدار اور اہل ہیں۔ (الفتح، آیت ۲۶) لیکن مودودی صاحب کا دعوٰی ہے کہ عام صحابہ تو درکنار، اکابر صحابہ بھی ایک طرف، خلفائے راشدین تک تقوٰی کی صفت سے محروم تھے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خدا کے نافرمانوں کو محض قرابت کے باعث مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا تھا۔ بیت المال سے بنو امیہ کو کثرت کے ساتھ عطیات دیے تھے جس کا شرعًا کوئی جواز نہیں۔ ساری اسلامی مملکت کو اپنے اقارب کی ماتحتی میں دے کر سابقین اوّلین کو نظر انداز کیا اور طلقاء کو اعتماد میں لیا تھا۔ مروان جیسے غلط کار کو اپنا سیکرٹری بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قاتلینِ خلیفۂ ثالث سے دو حضرات کو گورنری کے عہدوں پر فائز کر دیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قصاص کے سلسلے میں وُہ طرزِ عمل اختیار کیا جس کا شریعتِ الٰہی تو درکنار دنیا کے کسی آئین اور قانون کی رُو سے مودودی صاحب کے نزدیک جواز نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حکم سے جمعہ کے خطبوں میں بلکہ روضۂ مطہرہ کے سامنے منبرِ رسول پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سبّ و شتم کا سلسلہ جاری رہا۔ مودودی صاحب کے نزدیک جو اُنھیں یا اُن کے گورنروں کو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر لعنت کرنے یا سبّ و شتم سے روکتا اُسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مالِ غنیمت کے سلسلے میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کو اپنا شعار بناتے ہُوئے سونا چاندی کو اپنے لیے مخصوص کر لیا اور باقی مال تقسیم کیا جاتا تھا۔ اِنھوں نے اپنے غلط کار گورنروں کو قانون سے

بالاتر قرار دیا ہوا تھا اور مودودی صاحب کی تحقیق کے مطابق شریعت کی کسی حد کے پابند نہ ہونے کے باوجود انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ظلم کی کھلی چھٹی ملی ہوئی تھی۔ اُدھر اللہ تعالیٰ کا اعلان وہ اور اِدھر مودودی صاحب کی تحقیقات یہ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں گروہِ صحابہ سے راضی اور وہ مجھ سے راضی۔ (سورہ التوبہ، آیت ۱۰۰)۔ لیکن مودودی صاحب نے اکابر صحابہ تک کے کردار کا جو نقشہ پیش کیا ہے اُس سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے راضی یعنی فنافی اللہ تھے۔ اِس قماش کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جن کا کردار ایسا ہو جو مودودی صاحب نے پیش کیا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اصحابِ رسول کے دلوں میں کفر و فسق و عصیان کی نفرت بھر دی ہے لیکن مودودی صاحب کی تصریحات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُن بزرگوں کے دلوں میں فسق و عصیان سے قطعاً کوئی نفرت نہیں تھی بلکہ وہ تو فسق و عصیان کے دلدادہ تھے۔

اب فیصلہ ہر قاری کے اپنے ہاتھ میں ہے کہ وُہ قرآنِ کریم کے واضح ارشادات کی روشنی میں اپنے ایمان بالقرآن کا ثبوت پیش کرتے ہوئے مودودی صاحب کے الزامات کو حق دشمنی قرار دے یا مودودی صاحب کی تحقیقات کو درست تسلیم کرتے ہُوئے آیاتِ قرآنیہ کو جھٹلا دے اور اپنی مسلمانی کا بھرم رکھنے کی خاطر ان میں دُور از کار تاویلیں کرنے لگ جائے۔ اتنا یاد رہے کہ اختلافات کی صورت میں تنازعہ کو مٹانے کی خاطر فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی اللہ اور رسول کی جانب رجوع کرنا ضروری ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لیے فیصلہ وُہی ہے جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے ثابت ہو، ان کے خلاف ہر بات رد کر دینے کے قابل ہوتی ہے۔ جب مودودی صاحب کی تصریحات کتاب و سنت کے سراسر خلاف ہیں تو یہ کہاں کی دیانت داری ہے کہ کتاب و سنت کو رد کر کے مودودی صاحب کے دامن سے وابستہ رہنے کی کوشش کی جائے۔ ایسے مواقع پر اپنے پیشواؤں سے وابستہ رہنے کو اللہ تعالیٰ نے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنانا قرار دیا ہے کیونکہ ارشادِ خداوندی فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ

فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی الْمَوْدُوْدِیْ ہرگز نہیں ہے۔

یہ مودودی صاحب ہی کا دل گردہ ہے کہ قرآنِ کریم کے واضح ارشادات اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روشن فرمودات کے خلاف ڈٹ کر بول رہے ہیں۔ اِس کے باوجود خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا کو خطرے میں لانا تو درکنار اُلٹا اپنے داعیِ حق اور علمبردارِ حق و صداقت ہونے کا ڈھول پیٹ رہے ہیں اور اُن کے متبعین مودودی صاحب کی نگارشات کو وحیِ الٰہی سے بڑھ کر درجہ دیتے پھر رہے ہیں۔ افسوس! ؎

رہزنِ خضرِ رہ کی قبا چھین کر
رہنما بن گئے دیکھتے دیکھتے

پانچویں عنایت

مودودی صاحب کی انانیت کے سامنے کسی کی شخصیت

توہینِ انبیاء کا ارتکاب ہی کیا جو مُنہ دکھانے کے قابل ہو۔ انبیائے کرام کا وُہ مقدس گروہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہر بُرائی اور گناہوں سے پاک پیدا کر کے لوگوں کی ہدایت کے لیے نمونہ بنایا، اُن پاکیزہ ہستیوں کو داغدار نہ دکھایا جائے تو مودودیت ہی کیا ہُوئی۔ چنانچہ اُن حضرات کی عظمت کو مسلمانوں کے قلوب سے نکالنے کی خاطر پہلے تو یہ تلقین فرمائی جاتی ہے:

"قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ انبیاء وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے اُس کی نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ بھی مختلف نہ ہوتی تھی۔ اُن کے پاس نزولِ وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعۂ علم نہ ہوتا جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو۔"[1]

کون بتائے مودودی صاحب جیسے پڑھے لکھے انسان کو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اپنی والدہ محترمہ کی صفائی بیان کرتے ہُوئے جو فرمایا تھا، وہ قرآنِ کریم میں یُوں ہے:

---

[1] رسائل و مسائل، جلد اول، بار ہفتم، ص ۲۵

قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ ۚ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَاَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا [1]

فرمایا: میں ہوں اللہ کا بندہ اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا اور اُس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہُوں اور مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی میں جب تک جیوں۔ اور اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا۔ اور مجھے زبردست بدبخت نہ کیا۔ اور سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اُٹھایا جاؤں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بچپن میں اِس کلام فرمانے سے قطع نظر، کیا مودودی صاحب یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مذکورہ باتوں کا علم اُس کون سے ذریعے سے حاصل ہُوا تھا جو عام انسانوں کے ذرائع علم ہیں؟ اگر مودودی صاحب اور اُن کے تبعین یہ بتانے سے احتراز کریں تو اُس وقت کے منتظر رہیں جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ ۝

یہ تو تھا انبیائے کرام علیہم السلام کی وحی آنے سے پہلے کی زندگیوں کا معاملہ۔ کیا وحی آنے کے بعد انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں؟ اِس کا جواب دیتے ہُوئے موصوف نے عصمتِ انبیاء پر یہ تحقیقِ انیق فرمائی ہے؛

"مختصراً یہ بات اصولی طور پر سمجھ لیجیے کہ نبی کی معصومیت فرشتے کی سی معصومیت نہیں ہے کہ اُسے خطا اور غلطی اور گناہ کی قدرت ہی حاصل نہ ہو۔ بلکہ وہ اس معنی میں ہے کہ نبوّت کے ذمہ دارانہ منصب پر سرفراز کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ بطورِ خاص اُس کی نگرانی اور حفاظت کرتا ہے اور اُسے غلطیوں سے بچاتا ہے اور اگر کوئی

[1] پارہ ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۳۰ تا ۳۳

چھوٹی موٹی لغزش اُس سے سرزد ہو جاتی ہے تو وحی کے ذریعہ سے فوراً اُس کی اصلاح کر دیتا ہے تاکہ اُس کی غلطی پوری اُمت کی گمراہی کا موجب نہ بن جائے"۔[1]

مودودی صاحب کو کون سمجھائے کہ انبیائے کرام کی عصمت تو عصمتِ ملائکہ سے بھی اَزکیٰ و اطیب ہے کیونکہ انھیں مخلوقِ خدا کی ہدایت کے لیے ہدایت کے سرچشمے بنا کر نمائندہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اِسی عصمت کے باعث اُن کی غیر مشروط اطاعت ضروری قرار دی جاتی تھی۔ مودودی صاحب نے عصمتِ انبیاء کا صاف انکار کر کے اُن حضرات کے لیے صرف حفاظت تسلیم کی ہے جس سے اولیائے عظام نوازے جاتے ہیں۔ اِسی بیان کو مزید واضح کرتے ہُوئے مودودی صاحب دوسرے مقام پر اپنا نظریہ یُوں کھل کر بیان کرتے ہیں؛

"عصمت دراصل انبیاء کے لوازمِ ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو منصبِ نبوت کی ذمہ داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے مصلحتاً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی اُن سے منفک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اُسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اُٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھ لیں اور جان لیں کہ یہ بشر ہیں خدا نہیں ہیں"۔[2]

اِس عبارت کے الفاظ؛ — محفوظ فرمایا — اللہ کی حفاظت — یہ ہمارے دعوے کی تصدیق کر رہے ہیں کہ موصوف عصمتِ انبیاء کے منکر اور اُن کے لیے صرف حفاظت کے قائل ہیں۔

دوسری عجیب بات مودودی صاحب نے لطیف نکتہ بنا کر یہ پیش کی ہے کہ، اللہ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اُٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہو جانے دی ہیں۔ یعنی کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جو مودودی صاحب کے نزدیک غلط کار نہ ہو۔ اگر بنی آدم سے کوئی فرد ایسا ہوا ہے جس سے ایک بھی غلطی سرزد نہیں ہُوئی تو وہ ہے مودودی صاحب دی گریٹ

[1] رسائل و مسائل، جلد اول، ص ۲۰

[2] تفہیمات، جلد دوم، طبع دوم: ص ۴۳

کی ذاتِ گرامی۔ ذرا کوئی مودودی صاحب کی کسی بات کو لغزش تو قرار دے کر دیکھے۔ پھر دیکھیے کہ جماعتِ اسلامی میں کیا کہرام مچتا ہے۔ وہ کافر ہو جائیں گے، کان کھا جائیں گے، بوٹیاں نوچ لیں گے بہرحال جس طرح مودودی صاحب نے اپنی تصانیف میں انبیائے کرام کی لغزشوں کی فہرست پیش کی ہے اسی طرح وہ اپنی غلطیوں کی کوئی فہرست بھی پیش کر دیں تو مسلمانوں کا یہ شبہ دور ہو جائے گا کہ مودودی صاحب اس خوش فہمی میں ہیں کہ میری حفاظت انبیائے کرام سے بھی بڑھ کر فرمائی جا رہی ہے۔ تیسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ ہر نبی سے جتنی دیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت اُٹھائی اُس عرصہ میں اُمت پر اُس نبی کی اطاعت فرض رہی یا نہ رہی؟ ہاں کیے تو لغزش کا اتباع فرض مانا۔ انکار کی صورت میں نبی ہر وقت لائقِ اتباع نہ رہا۔ اس صورت میں مودودی صاحب کو ایسی فہرست ضرور شائع کرنی چاہیے جس میں جملہ انبیائے کرام کے متعلق یہ وضاحت کی گئی ہو کہ فلاں نبی اتنا عرصہ قابلِ اتباع رہا اور اتنی دیر لائقِ اجتناب۔ اگر مودودی صاحب اپنے متعلق بھی ایسی وضاحت فرما دیں کہ وہ اپنی زندگی میں کتنے دن قابلِ اعتبار رہے ہیں اور کتنے دن ناقابلِ یقین و لائقِ اجتناب، تو یہ اُن کی جانب سے ایسا اقدام ہوگا جس کے باعث بہت سی غلط فہمیاں مٹ جائیں گی۔

جب مودودی صاحب کے بقول اللہ تعالیٰ ہر نبی سے تھوڑی دیر کے لیے اپنی حفاظت ہٹا لیتا تھا تاکہ اتنے عرصے میں وہ چھوٹی موٹی کوئی لغزش کر لیں اور مودودی صاحب نے اپنی تصانیف میں ایسی لغزشوں کا جا بجا تذکرہ بھی کیا ہے، تو اُن چھوٹی موٹی لغزشوں کو دیکھنا ضروری ہے۔ موصوف نے آدم علیہ السلام کے بارے میں سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۱۵ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا کی تشریح کرتے ہوئے اپنا عندیہ یوں ظاہر کیا ہے:

"بعض لوگوں نے اس میں عزم نہ پایا کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم نے اس میں نافرمانی کا عزم نہ پایا یعنی اُس نے جو کچھ کیا، نافرمانی کے عزم کی بنا پر نہیں کیا۔ لیکن یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔ یہ بات اگر کہنی ہوتی تو لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا عَلَى الْعِصْيَانِ کہا جاتا نہ کہ محض لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ آیت کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ فقدانِ عزم سے مراد، اطاعتِ حکم کا فقدان ہے نہ کہ نافرمانی کے عزم کا

فقدان۔"[1]

مودودی صاحب کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرنے کا حضرت آدم علیہ السلام نے عزم ہی نہیں کیا تھا، یعنی وہ بغاوت پر آمادہ ہو چکے تھے۔ اس سراسر غیر اسلامی اور روحِ ایمان کے منافی نظریہ کا اثبات مودودی صاحب یوں کرتے ہیں کہ اس جملے کے بعد عصیان کا لفظ نہیں ہے لہٰذا اطاعتِ حکم کا فقدان ہی مراد لیا جائے گا۔ اگر موصوف بھی مسلمانوں کی طرح عصمتِ انبیاء کے قائل ہوتے تو اس جملے کے آخر میں طاعت کا لفظ نہ ہونے کے باعث اس سے مراد نافرمانی کے عزم کا فقدان ہی لیتے۔ موصوف نے اس پر مزید یوں حاشیہ آرائی کی ہے:

"جو شخص بھی خالی الذہن ہو کر اس آیت کو پڑھے گا اُس کے ذہن میں پہلا مفہوم یہی آئے گا کہ "ہم نے اُس میں اطاعتِ امر کا عزم یا مضبوط ارادہ نہ پایا۔" دوسرا مفہوم اُس کے ذہن میں اُس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک وہ آدم علیہ السلام کی طرف معصیت کی نسبت کو نامناسب سمجھ کر آیت کے کسی اور معنی کی تلاش شروع نہ کر دے۔"[2]

مودودی صاحب کے اس سراسر غیر اسلامی نظریہ کے پیشِ نظر ایمانی غیرت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم موصوف کی اس عبارت کو اسلامی بنا کر اُن کی اور جملہ قارئین کی خدمت میں انصاف کی خاطر پیش کر دیں:

"جو شخص بھی عصمتِ انبیاء کا قائل ہو کر اس آیت کو پڑھے گا اُس کے ذہن میں پہلا مفہوم یہی آئے گا کہ: "ہم نے اُس میں معصیت کا عزم یا مضبوط ارادہ نہ پایا۔" دوسرا مفہوم اُس کے ذہن میں اُس وقت تک نہیں آ سکتا جب تک وہ آدم علیہ السلام کی طرف معصیت کی نسبت کو اپنا دھرم بنا کر آیت کے کسی اور معنی کی تلاش شروع نہ کر دے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ مقدس ہستی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ

---

[1] تفہیم القرآن، جلد سوم، طبع سوم، ص ۱۳۰ [2] ایضاً، حاشیہ، ص ۱۳۱

تجربے کرتے ہوئے نہیں پھر رہے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رتبہ بلند کیا۔ اگر اُنھوں نے شرک کیا ہوتا تو رتبہ بلند کرنا کیسا! بلکہ قبل ازیں جو رتبہ ملا ہُوا ہوتا اُس سے بھی محروم ہو کر رہ جاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولوالعزم پیغمبروں سے ہیں اور جنھیں اللہ تعالیٰ نے کلیم بنایا یعنی ہمکلامی کے شرف سے مشرف فرمایا تھا: قبل نبوت اُن کے ہاتھوں ایک آدمی مر گیا تھا، اِس واقعے سے مودودی صاحب یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں :-

"نبی ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا کہ اُنھوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا۔ چنانچہ جب فرعون نے اُن کو اِس فعل پر ملامت کی تو اُنھوں نے بھرے دربار میں اِس بات کا اقرار کیا فَعَلْتُهَا إِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ٥ (الشعراء۔ ۲۰) یعنی یہ فعل مجھ سے اُس وقت سرزد ہُوا تھا جب راہِ ہدایت مجھ پر کھلی نہ تھی"۔[1]

اِس عبارت سے صاف عیاں ہے کہ مودودی صاحب جہاں گناہ کے مفہوم سے ناواقف ہیں یا تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہوں گے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک انسان کو قتل کرنے کا افترا بھی جڑ بیٹھے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا اُس آدمی کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا بلکہ اسرائیلی کی فریاد پر اُسے چھڑانے کے لیے آپ نے قبطی کو مُکا مارا لیکن قضائے الٰہی سے وہ مُکے کی تاب نہ لاتے ہُوئے مر گیا۔

اگر لفظ ضَآلِّيْن کے پیشِ نظر مودودی صاحب اِسے بہت بڑا گناہ قرار دے رہے ہیں تو وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ٥ کے پیشِ نظر سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، نیز رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥ کے تحت حضرت آدم علیہ السلام کو اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ٥ کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام کو وہ گمراہ اور ظالم ٹھہرا دیں گے؟ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں جناب مودودی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں لکھا ہے:

"مفسرین کے اِن بیانات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تین قصور تھے جن کی

---

[1] رسائل و مسائل، جلد اول، بار ہفتم، ص ۲۷، ۲۰۰

وجہ سے حضرت یونس پر عتاب ہُوا۔ ایک یہ کہ اُنھوں نے عذاب کے دن کی خود ہی تعیین کر دی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ ہُوا تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ دن آنے سے پہلے ہجرت کر کے ملک سے نکل گئے، حالانکہ نبی کو اُس وقت تک اپنی جگہ نہ چھوڑنی چاہیے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ آ جائے۔ تیسرے یہ کہ جب اُس قوم پر سے عذاب ٹل گیا تو واپس نہ گئے"۔[1]

چھٹی عنایت

توہین و تنقیصِ سیدالمرسلین

چونکہ مودودی صاحب کا نظریہ ہے کہ اپنی نبوت کا اعلان کرنے سے پہلے نبی کی زندگی اور دوسرے عام انسانوں کی زندگی اور اُن کے ذرائع معلومات میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے اسی عقیدے کی نشر و اشاعت کرنے اور لوگوں کے دماغوں میں اِس غیر اسلامی عقیدے کے جراثیم پھیلانے کی خاطر موصوف نے سورہ الشوریٰ کی آیت ۵۲ کے تحت لکھا ہے:

"نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے کبھی حضور کے ذہن میں یہ تصور تک نہ آیا تھا کہ آپ کو کوئی کتاب ملنے والی ہے یا ملنی چاہیے۔ بلکہ آپ سرے سے کتب آسمانی اور اُن کے مضامین کے متعلق کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ اِسی طرح آپ کو اللہ پر ایمان تو ضرور حاصل تھا مگر آپ دشعوری طور پر اس تفصیل سے واقف تھے کہ انسان کو اللہ کے متعلق کیا کیا باتیں ماننی چاہییں اور نہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ اِس کے ساتھ ملائکہ اور نبوت اور کتبِ الٰہی اور آخرت کے متعلق بھی بہت سی باتوں کا ماننا ضروری ہے"۔[2]

معلوم نہیں مودودی صاحب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذہنی تصورات کس طرح معلوم ہُوئے؟ موصوف کو کس طرح یہ کھوج ملا کہ: "آپ کو اللہ پر ایمان تو ضرور حاصل تھا" اور

---

[1] تفہیم القرآن، جلد چہارم: ص ۲۱۰ [2] ایضاً: ص ۵۱۸

فلاں فلاں چیزوں کا علم قطعاً نہ تھا۔ اگر موصوف ایسا کوئی ذریعۂ علم بتادیں تو مسلمانوں کو مودودی صاحب سے جو یہ بدظنی ہے کہ وُہ اپنے ذہن سے تراش کر بڑی سے بڑی بات اِس وثوق سے پیش کرتے چلے جاتے ہیں گویا وہ کتاب وسنّت ہی کے تحت بات کر رہے ہیں، اِس کو دُور کرنے میں کافی مدد ملے گی۔ موصوف نے فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عدیم النظیر کامیابی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں جو زبردست کامیابی حاصل ہوئی اُس کی وجہ یہی تو تھی کہ آپ کو عرب میں بہترین انسانی مواد مِل گیا تھا، جس کے اندر کیرکٹر کی زبردست طاقت موجود تھی۔ اگر خدانخواستہ آپ کو بودے، کم ہمت، ضعیف الارادہ اور ناقابلِ اعتماد لوگوں کی بھیڑ مل جاتی تو کیا پھر بھی وُہ نتائج نکل سکتے تھے۔"[1]

یہی تو تھی کا حصر بتا رہا ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک نبی آخرالزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم الشان کامیابی کا دارومدار صرف اِس کا مرہونِ منت ہے کہ آپ کو بہترین انسانی مواد مل گیا تھا۔ مواد بہترین تھا یا کیسا؟ اِس سے قطع نظر کرتے ہوئے موصوف کے نزدیک اِس بے مثال کامیابی میں خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو کچھ بھی حصّہ نہیں۔ یہ ہے جناب مودودی صاحب کا انصاف اور دین و دیانت کا تقاضا کہ جس ہستی نے انھیں ایسے رنگ میں رنگا کہ بہترین انسانی مواد بنا دیا اُس کا اِس کامیابی میں سرے سے حصّہ ہی نہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۝

خار کو گُل اور گُل کو خار جو چاہے کرے
تو نے جو چاہا کیا اے یار جو چاہے کرے

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ جل مجدہٗ نے مخاطب کیا ہے لیکن پیارے پیارے القاب کے ساتھ، مثلاً یاایہا النبی، یاایہا الرسول، یاایہا المزمل، یاایہا المدثر وغیرہ۔ غرضیکہ پورے قرآن کریم میں ایک

[1] اخلاقی بنیادیں: ص ۲۱

بھی ایسے مقام کی نشان دہی نہیں کی جا سکتی جہاں اللہ تعالیٰ نے فخرِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر مخاطب کیا ہو حالانکہ وہ خالق و مالک ہے۔ اُس پر کسی کا ادب ضروری نہیں، لیکن صرف یہ بات واضح کرنا مقصود تھی کہ جس ہستی کا پروردگارِ عالم اتنا ادب ملحوظ رکھتا ہے اُس کا ساری مخلوق کو اور خصوصاً اُس کے ماننے والوں کو کتنا ادب کرنا چاہیے۔ اس کے باوجود مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں کتنی ہی آیات کا ترجمہ کرتے وقت لکھا ہُوا ہے: اے محمد!—— آخر اِس دل چھیلنے والی ادا کا جواز کیا ہے؟

سورۂ آلِ عمران کی آیت ۸۱ میں اُس میثاق کا تذکرہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام سے نبی آخرالزمان، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق لیا تھا۔ لیکن مودودی صاحب داعیِ حق اور علمبردارِ حقانیت بن کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت پر تشریح میں یُوں پردہ ڈالتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ ہر پیغمبر سے اِس امر کا عہد لیا جاتا رہا ہے اور جو عہد پیغمبر سے لیا گیا ہو وہ لامحالہ اُس کے پیروؤں پر بھی آپ سے آپ عائد ہو جاتا ہے کہ جو نبی ہماری طرف سے اُس دین کی تبلیغ و اقامت کے لیے بھیجا جائے جس کی تبلیغ و اقامت پر تم مامور ہوئے ہو، اُس کا تمھیں ساتھ دینا ہوگا، اُس کے ساتھ تعصب نہ برتنا، اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا، حق کی مخالفت نہ کرنا، بلکہ جہاں جو شخص بھی ہماری طرف سے حق کا پرچم بلند کرنے کے لیے اُٹھایا جائے اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا۔ یہاں اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اِسی پر ہر نبی نے اپنی اُمت کو بعد کے آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اُس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن نہ قرآن میں، نہ حدیث میں، کہیں بھی اِس امر کا پتا نہیں چلتا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا عہد لیا گیا ہو یا آپ نے اپنی اُمت کو کسی بعد کے آنے والے نبی کی خبر دے کر اُس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو۔"[1]

[1] تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۲۶۹

مودودی صاحب نے جو مسندِ الوہیت پر ترجمانی کی آڑ میں بیٹھ کر انبیائے کرام کے نام احکامات صادر فرمائے ہیں کہ تم یوں کرنا اور ایسا ہرگز نہ کرنا وغیرہ یہ تو ان کے ذوقِ انانیت اور بین الاقوامی شخصیت ہونے کا تقاضا ہے۔ لیکن مودودی صاحب نے آیت کی جو تفسیر کی ہے اس کی صحت و عدمِ صحت کا شاید اس وقت تک صحیح اندازہ نہ ہو سکے جب تک زیرِ بحث آیت سامنے نہ ہو۔ چنانچہ پہلے دونوں آیتیں ملاحظہ فرمائی جائیں:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ [1]

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور بضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور بضرور اُس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی فاسق ہیں۔

قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ وہ ان دونوں آیتوں کے مفہوم پر نظر کر کے مودودی صاحب کی مذکورہ تصریحات کو دیکھیں۔ چند امور خصوصی توجہ کے مستحق ہیں جو ہم پیش کیے دیتے ہیں:

۱۔ مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ: ہر پیغمبر سے عہد لیا جاتا رہا ہے۔ اس سے یہی مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ جب کوئی پیغمبر مخلوقِ خدا کی رہنمائی کے لیے دنیا میں تشریف فرما ہوتا تو اُس سے عہد لیا جاتا تھا لیکن مذکورہ آیت ۸۱ اس مفہوم کی تصدیق نہیں کرتی جیسا کہ مِیْثَاقَ

[1] پارہ ۳، سورۂ آل عمران، آیت ۸۱، ۸۲

النَّبِیّٖنَ سے ظاہر ہے۔ قرآن کریم کی رُو سے یہ میثاق گروہِ انبیاء سے ایک ہی وقت میں لیا گیا تھا یعنی اس عالمِ ناسوت کی تخلیق سے پہلے ارواحِ انبیاء سے عالمِ ارواح میں عہد لیا گیا ہوگا۔

۲۔ مودودی صاحب کے فرمان جو نبی سے یہ بات سامنے آرہی ہے کہ ہر نبی سے عہد لیا کہ تمہارے عہد میں جو بھی دوسرا نبی دین کی تبلیغ پر مامور ہو تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اس صورت میں ہزاروں انبیاء ایسے ہوں گے جن کے متعلق یہ میثاق لیا گیا، لیکن مودودی صاحب کا احسان ہوگا اگر وہ ایسے انبیاء کی نشان دہی فرما دیں جن پر دوسرے انبیاء کو ایمان لانا پڑا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایمان لانے والا نبی ایک لحاظ سے اُس نبی کا اُمتی بھی ہے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔

۳۔ مودودی صاحب نے مذکورہ عبارت میں انبیائے کرام کے نام فرمان نافذ کیا ہے کہ اُنھیں یہ کرنا ہوگا اور ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے وغیرہ۔ یہ الفاظ مفسرِ قرآن اور اُمتی کی زبان میں ادا کر رہے ہیں یا خدائی مقام پر بیٹھ کر؟

۴۔ امام عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۱ھ) نے اسی آیت کے تحت اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں جو تفسیرِ قرطبی کے نام سے مشہور و معروف ہے، فرمایا ہے:

الرسول ھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی قول علی و ابن عباس و اللفظ وان کان نکرۃ فالاشارۃ الی معین۔

حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق یہاں رسول سے مراد محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یہ لفظ اگرچہ نکرہ ہے لیکن اشارہ شخصِ معین کی طرف ہے۔

خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۱۱ھ) نے اسی لفظ رَسُوْلٌ کی تفسیر میں فرمایا ہے:

وھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔[1] — وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[1] تفسیر جلالین کلاں، مطبوعہ کراچی، ص ۵۵

غرضیکہ مفسرین کی اکثریت کا موقف یہی ہے کہ یہاں رسول سے مراد نبیِ آخر الزماں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ جملہ انبیائے کرام سے یہ عہد آپ ہی کے متعلق لیا گیا۔ آپ پر ایمان لانا اُن کے لیے ضروری قرار دیا گیا۔ اسی لیے آپ نبی آخر الزماں ہونے کے ساتھ نبی الانبیا بھی ہیں۔ اسی کی تصدیق کرتے ہوئے شبِ معراج تمام انبیائے کرام نے بیت المقدس میں آپ کے پیچھے نماز ادا کی تھی۔ معلوم نہیں وہ کون سی مصلحت یا دارین کی بھلائی تھی جس سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِس افضلیت کے اعتراف سے مودودی صاحب کی زبان و قلم کو روکا ہوا ہے؟

ساتویں عنایت

شانِ الوہیت کا مذاق

جس طرح خالق کی صفات کا مخلوق میں پایا جانا ممتنع بالذات ہے اسی طرح مخلوق کی صفات خالق میں پائی جائیں یہ محال ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ سُبّوح و قدّوس ہر عیب و نقص سے پاک اور منزہ ہے۔ مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ ہے۔ مودودی صاحب نے بھی تنزیہ و تقدیسِ باری تعالیٰ کے بارے میں لکھا ہے:

"پہلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب اور کمزوری سے پاک ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد کی ضرورت ناقص و کمزور کو ہوا کرتی ہے۔ جو شخص فانی ہوتا ہے وہی اس کا محتاج ہوتا ہے کہ اُس کے ہاں اولاد ہو تا کہ اُس کی نسل اور نوع باقی رہے اور کسی کو متبنّٰی بھی وہی شخص بناتا ہے جو یا تو لاوارث ہونے کی وجہ سے کسی کو وارث بنانے کی حاجت محسوس کرتا ہے یا محبت کے جذبے سے مغلوب ہو کر کسی کو بیٹا بنا لیتا ہے۔ یہ انسانی کمزوریاں اللہ کی طرف منسوب کرنا اور اُن کی بناء پر مذہبی عقیدے بنا لینا جہالت اور کم نگاہی کے سوا اور کیا ہے؟"[1]

مودودی صاحب نے منافقینِ مدینہ اور یہود وغیرہ کو جواب دینے کی خاطر مذکورہ عبارت میں

---

[1] تفہیم القرآن، جلد چہارم: ص ۳۵۸

اسلامی عقیدے کو ڈھال کے طور پر استعمال کر لیا لیکن بعض آیات کا ترجمہ کرتے وقت وہ خود اس پر قائم نہیں رہے بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ سے بعض وہ صفات بھی منسوب کر دی ہیں جو ہرگز اُس کی شان کے لائق نہیں ہیں۔ مثلاً:

اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ۔ — اللہ ان سے مذاق کر رہا ہے[1]

مذاق کرنا ایک انسانی فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات یقیناً اس سے پاک اور منزہ ہے۔ بھلا خالق کا مخلوق سے اور مخلوق کا خالق سے مذاق کرنا کیسا؟ بہرحال مودودی صاحب نے جب اپنے معبود کا منافقین سے مذاق کروا ہی دیا تو مرصوف یہ وضاحت بھی فرما دیں کہ اُن کا اللہ مدینہ طیبہ میں آکر مذاق کیا کرتا تھا یا منافقین کو آسمانوں پر بلا کر؟ ساتھ ہی یہ بھی مدِ نظر رہے کہ ہنسی مذاق بسا اوقات تُو تُو مَیں مَیں، جھگڑے فساد اور جوتم پیزار کا پیش خیمہ بن جاتا ہے، لہٰذا یہ بھی بتا دیا جائے کہ دورانِ مذاق دو چار مرتبہ یہاں تک بھی نوبت پہنچی یا صرف دل لگی تک ہی یہ معاملہ محدود رہتا تھا؟

مزید ترجمہ ملاحظہ ہو:

سَخِرَ اللّٰہُ مِنْھُمْ ز وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (التوبہ، آیت ۷۹) — اللہ اِن مذاق اُڑانے والوں کا مذاق اڑاتا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔[2]

اب مذاق کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب چالبازی کی نسبت بھی مودودی صاحب کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے:

اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰہِ ج فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ (الاعراف، آیت ۹۹) — کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔[3]

وَاُمْلِیْ لَھُمْ ط اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ○ (الاعراف، آیت ۱۸۳) — میں اُن کو ڈھیل دے رہا ہوں۔ میری چال کا کوئی توڑ نہیں۔[4]

---

[1] تفہیم القرآن، جلد اول، ص ۵۴
[2] تفہیم القرآن، جلد دوم: ص ۲۱۹ [3] ایضاً: ص ۶۱ [4] ایضاً: ص ۱۰۴

گنتی بھی بتادے لیکن موصوف نے اِس کاروبار کو خوب وُسعت دی ہے کہ ہر ولی، قطب، غوث، قلندر وغیرہ کو خدا بنا دیا نیز کسی نے فاتحہ یا نذر نیاز دی یا کسی کا عرس کیا تو اُسے خدا بنا لیا۔ چنانچہ مودودی صاحب نے اپنی اِس مہم کا اظہار اِن لفظوں میں فرمایا ہے:

"جاہلیت خالصہ (خالص کفر) کے بعد یہ دُوسری قسم کی جاہلیت (کفر) ہے جس میں انسان قدیم ترین زمانہ سے آج تک مبتلا ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ گھٹیا درجہ کی دماغی حالت ہی میں یہ کیفیت رُونما ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے اثر سے جہاں لوگ اللہ واحد وقہار کی خدائی کے قائل ہو گئے وہاں سے خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہو گئیں مگر انبیاء، واولیاء، شہداء، صالحین، مجاذیب، اقطاب، ابدال، علماء، مشایخ اور ظل اللّٰہوں کی خدائی پھر بھی کسی نہ کسی طرح عقاید میں اپنی جگہ نکالتی ہی رہی، جاہل دماغوں نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر اُن نیک بندوں کو خدا بنا لیا، جن کی ساری زندگیاں بندوں کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ کی خدائی ثابت کرنے میں صرف ہُوئی تھیں۔ ایک طرف مشرکانہ پُوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارات، نیاز، نذر، عرس، صندل، چڑھاوے، نشان، علَم، تعزیے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کرلی گئی۔ دُوسری طرف بغیر کسی ثبوت علمی کے ان بزرگوں کی ولادت و وفات، ظہور و غیاب، کرامات و خوارق، اختیارات و تصرفات اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کے تقرب کی کیفیات کے متعلق ایک پُوری میتھالوجی تیار ہو گئی جو بُت پرست مشرکین کی میتھالوجی سے ہر طرح ٹکّا کھا سکتی ہے۔ تیسری طرف توسل اور استمداد روحانی اور اکتساب فیض وغیرہ ناموں کے خوشنما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں، ان بزرگوں سے متعلق ہو گئے اور عملاً وہی حالت قایم ہو گئی جو اللہ کے ماننے والے ان مشرکین کے ہاں ہے جن کے نزدیک پادشاہِ عالم انسان کی رسائی سے بہت دُور ہے اور انسان کی زندگی سے تعلق رکھنے والے تمام امور نیچے کے اہلکاروں ہی سے وابستہ ہیں۔ فرق صرف یہ ہے

کہ اُن کے ہاں اہل کار علانیہ الٰہ، دیوتا، اوتار یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انھیں غوث، قطب، ابدال، اولیاء اور اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں۔"[۱]

انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک مکھی یا مچھر بنانے کی طاقت بھی نہیں دی ہے۔ کاش! مودودی صاحب دائرۂ انسانیت ہی میں رہتے اور تمام حدود کو پھاند کر مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی طرح خدا سازی کا کاروبار نہ کرتے۔ جن معاملات کو مودودی صاحب خدا بنانے پر محمول کر رہے ہیں ان میں سے اکثر چیزیں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کے ہاں پورے اہتمام سے پائی جاتی ہیں جو مودودی صاحب کے نزدیک بارھویں صدی کے مجدد اور مایۂ ناز علمی ہستی ہیں۔ کیا یہ کافر و مشرک تھے؟ یہ مشرکین والی میتھالوجی کے قائل ہُوئے یا نہیں؟ دریں حالات انھیں بزرگ اور مجدد ماننے والے کون؟ اسی طرح ہزاروں اولیاء اللہ اور علماء نے اُمتِ محمدیہ کا معاملہ ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ انھیں اور ساری اُمتِ محمدیہ کو کافر و مشرک ٹھہرانے کے بجائے مودودی صاحب ہی خدا سازی کا کاروبار نہ کرتے۔ مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرانے اور خود کو دین کا علمبردار منوانے کے زعم میں بندگانِ خدا کو خدائی منصب پر بٹھانے کا کاروبار تو خود جاری کیا ہے لیکن الزام مسلمانوں کے سر تھوپا جاتا ہے۔ کوئی مسلمان بھی کسی بزرگ کو خدا کی ذات و صفات میں شامل کرنے کا تصور تک اپنے ذہن میں نہیں لاتا، خدا کی صفات کا اُن میں ہزارواں حصّہ بھی تسلیم نہیں کرتا لیکن مودودی صاحب بضد ہیں کہ اُنھوں نے بزرگوں کو خدا بنا لیا۔ اُنھوں نے تو خدا کے بندوں کو ہرگز خدا نہیں بنایا، ہاں مودودی صاحب ہی نے خدا بنانے کا کارخانہ لگایا ہُوا ہے جہاں سے زبان زوری کے ساتھ بندگانِ خدا کو خدا بنا کر مسلمانوں کو کافر و مشرک ٹھہرایا جاتا ہے۔ موصوف نے اپنی جملہ تصانیف میں اور خصوصاً تجدید و احیائے دین اور قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں کتاب میں اِس کاروبار کی خوب گرم بازاری دکھائی ہے۔ ؎

آپ کا دعویٰ ہے گلشن کی بہاریں ہم سے ہیں
یعنی اب بدخواہ کو کہنا پڑے گا خیر خواہ

شانِ تحقیق

مودودی صاحب نے اپنی مخصوص تحقیق کے اصلی جوہر تو "خلافت و ملوکیت" کتاب میں دکھائے ہیں، جہاں کتاب و سنّت کی واضح تصریحات

[۱] تجدید واحیائے دین ص ۱۹ - ۲۰

کے خلاف حقیقت کا سربازار منہ چڑاتے ہوئے جھوٹے اور سراسر جعلی تاریخی قصوں کا سہارا [illegible]
اکابر اصحاب کی مقدس سیرتوں اور شخصیتوں کو داغدار کرنے میں ذرا جھجک محسوس نہیں کی ۔ [illegible]
کھول کر اُن بزرگوں پر الزامات کی فائرنگ کرکے اپنے دل کی لگی بجھائی ہے ۔ یہاں ہم [illegible]
ایک ہی مثال پیش کریں گے اور جو سید احمد بریلوی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کی حکومت [illegible]
متعلق ۔ وباللہ التوفیق ۔

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے جب اپنے خاندانی مذہب اہلسنت وجماعت کو خیر باد کہہ دیا [illegible]
انگریزوں کی ہدایت کے مطابق محمد بن عبد الوہاب نجدی (المتوفی ۱۲۰۶ھ) کے دھرم کا متحدہ
ہندوستان میں بانی بننا قبول کرلیا تو موصوف پر چاروں طرف سے انگلیاں اُٹھنے لگیں تو اس
سلسلے کی اگلی کڑی مرزا حیرت دہلوی نے یہ بتائی ہے :

"آپ نے پہلے چند بڑے بڑے بدمعاشوں کے سرغنوں کو اپنی جادو بھری تقریر
سُنا کے مرید کیا اور اُنھیں ایسا معتقد بنایا کہ وُہ اپنی جان قربان کرنے پر آمادہ
ہوگئے ۔ مصلحت اس کی مقتضی تھی کہ یہ کارروائی کی جائے کیونکہ دن بدن مخالفت
کی آگ بھڑکتی جاتی تھی ۔" [۵۰]

مودودی صاحب اور اُن کے متبعین نیز جملہ دیوبندی اور اہلحدیث حضرات کو ماننا پڑے گا کہ
مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی نے اپنا خاندانی مذہب یعنی طریقۂ اہلسنت وجماعت ترک کر دیا تھا ۔
ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دہلوی صاحب مذکور سے پہلے متحدہ ہندوستان میں وہابیت کا
وجود ہی نہیں تھا ۔ اگر وہابیوں کا وجود ہوتا یا خاندانی مذہب پر رہتے تو بدمعاشوں کے سرغنوں کو
مرید کرنے کی ضرورت پیش ہی کیوں آتی ؟ بہرحال ہندوستان میں فرقہ سازی کے بانی مولوی
محمد اسمٰعیل ہوئے ۔ جو وہابی علماء اہلسنت وجماعت کو بریلوی فرقہ اور امام احمد رضا خاں
بریلوی قدس سرہٗ کو کسی فرقے کا بانی کہتے ہیں وہ دین وایمان کے ساتھ ہی انصاف و دیانت
سے بھی عاری ہیں ۔ غرض یہ تھے مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے اعیان وانصار ۔ اور یہ تھی وہابیت
کی پاکیزہ خشتِ اوّل ۔ آگے کیا ہوا ، ملاحظہ فرمائیے :

---

۵۰ ۔ حیاتِ طیبہ ، مطبوعہ لاہور ، ص ۵۰

"اس میں شبہ نہیں ہوسکتا کہ کئی برس تک پیارے شہید کے معتقدین اِتنے کم
رہے جن کا شمار اُنگلیوں پر ہوسکتا ہے ، مگر اس ناکامی سے کسی قسم کی دل شکنی
مولانا شہید کو حاصل نہ تھی ۔" [۱]

مرزا حیرت دہلوی نے غنڈوں کے سرغنوں پر مشتمل اپنے توحید کے علمبردار محمدی گروہ کے بارے میں
مزید لکھا ہے :

"جب اِس قسم کے وعظ ہونے لگے تو دو چار جگہ لاٹھی بھی چل گئی کیونکہ اب محمدیوں کا
گروہ بھی بڑھتا جاتا تھا ۔" [۲]

سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا کے تحت جب اِس شجرِ ممنوعہ کی جڑیں پھیلنی شروع ہوئیں جو
حکومت کی سرپرستی کے باعث ناگزیر تھیں تو اس اوّلین ترقی کا تذکرہ مرزا صاحب مسرور ہو کر
یُوں کرتے ہیں :

"پیارے شہید نے ہزاروں بلکہ لاکھوں کی زبان سے یہ نکلوا دیا کہ ہم محمدی ہیں ۔ چاروں
طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ اِس ضلع میں اتنے محمدی آباد ہیں اور اُس
ضلع میں اتنی تعداد اسلامیوں کی ہے ۔" [۳]

اب اِن حضرات کو انگریزی حکومت اپنے حکم اور امداد کے ساتھ سرحد کے مسلمانوں اور پنجاب کے
سکھوں سے لڑنے کے لیے بھیجتی ہے ۔ مسلمانوں کے سامنے اعلان صرف سکھوں سے لڑنے
کا کرتے اور مدد مانگتے ہیں ۔ مسلمان حیران ہو کر سوال کرتے ہیں کہ جہاد تو انگریزوں سے ہونا
چاہیے جنھوں نے ہماری آزادی سلب کی ہوئی ہے ۔ سید احمد صاحب جواب
دیتے ہیں :

"انگریزی سرکار گو منکرِ اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کوئی ظلم وتعدی نہیں کرتی اور
نہ اُن کو فرائض مذہبی اور عباداتِ لازمی سے روکتی ہے ۔ ہم اُن کے ملک میں

---

۱ ۔ حیاتِ طیبہ : ص ۹۷
۲ ۔ ایضاً : ص ۹۹
۳ ۔ ایضاً : ص ۲۳۸

علانیہ وعظ کہتے اور ترویجِ مذہب کرتے ہیں، وہ کبھی مانع و مزاحم نہیں ہوتی،
بلکہ ہم پر اگر کوئی زیادتی کرتا ہے تو اُس کو سزا دینے کو تیار ہے۔ ہمارا اصل کام اشاعتِ
توحیدِ الٰہی اور احیائے سنن سیّد المرسلین ہے، سو ہم بلا روک ٹوک اِس ملک میں
کرتے ہیں، پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف
بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں۔" [1]

موصوف کے اوّلین سوانح نگار اور وہابیت کے عاشقِ زار مولوی محمد جعفر تھانیسری نے یہ وضاحت
بھی کی ہے:

"اِس سوانح اور مکتوبات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب کا انگریزی
سرکار سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا۔ وہ اِس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے
تھے اور اِس میں شک نہیں کہ اگر انگریزی سرکار اُس وقت سید صاحب کے خلاف
ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی مگر سرکار انگریزی اُس وقت
دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔" [1]

مذکورہ دونوں عبارتوں میں سید احمد صاحب اور اُن کے اوّلین سوانح نگار، مولوی محمد جعفر تھانیسری کے
یہ الفاظ کتنے قابلِ غور ہیں:

——— مسلمانوں پر کوئی ظلم و تعدی نہیں کرتی ——— ہم اُن کے ملک میں ——— ہم سرکار انگریزی
پر کس سبب سے جہاد کریں اور اصولِ مذہب کے خلاف بلا وجہ طرفین کا خون گرا دیں ——— وہ
اِس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے ——— سرکار انگریزی دل سے چاہتی تھی کہ
سکھوں کا زور کم ہو ——— گے ہاتھوں وہابی بیڑے کے ناخدا یعنی مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کا اِس
سلسلے میں نظریہ بھی مرزا حیرت دہلوی کی زبانی ملاحظہ ہو:

"کلکتہ میں جب مولانا اسمٰعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا ہے اور
سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے، تو ایک شخص نے دریافت کیا: آپ

[1] حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۱۷۱

انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا: اُن پر جہاد کسی طرح
واجب نہیں ہے۔ ایک تو اُن کی رعیت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے
ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست درازی نہیں کرتے۔ ہمیں اُن کی حکومت میں ہر طرح
کی آزادی ہے بلکہ اُن پر اگر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے
لڑیں اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔" [1]

ملّا کو جو مسجد میں ہے سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

مسلمانانِ ہند کی اُمیدوں کا آخری مرکز یعنی سلطان فتح علی ٹیپو شہید ہو گیا۔ یہ آخری تلوار بھی ٹوٹ گئی۔
——— یہ کارنامہ ظالم کمپنی نے میر صادق علی اور پورنیا وغیرہ غداروں کی مدد سے انجام دیا تھا۔ اُس کے
بعد وسطِ ہند میں سب سے مضبوط نواب امیر خاں والیٔ ٹونک تھا۔ اُس بپھرے ہوئے شیر پر
انگریزوں نے کون سے غدار کے ذریعے قابو پایا، مرزا حیرت دہلوی سے سنیئے:

"۱۲۳۱ھ تک سید احمد صاحب، امیر خاں کی ملازمت میں رہے، مگر ایک نامُوری
کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر خاں کی صلح کرادی اور آپ ہی کے ذریعے سے
جو شہر بعد ازاں دیے گئے اور جن پر آج تک امیر خاں کی اولاد حکمرانی کرتی ہے،
دینے طے پائے تھے۔ لارڈ ہیسٹنگ، سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری
سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اُس میں
تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا، امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔
سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا۔" [2]

قیامِ پاکستان کے بعد وہابی علماء اور مورخین نے اپنے ان انگریز پرست اکابر کو برٹش گورنمنٹ کا
دشمن بتانا اور ان کے نام نہاد جہاد کا رُخ انگریز کی جانب پھیرنا شروع کر دیا ہے تاکہ یہ حضرات
جعفرِ بنگال اور صادقِ دکن کی صف سے نکل جائیں اور ٹیپو سلطان، نواب سراج الدولہ اور

[1] حیاتِ طیبہ: ص ۲۶۴ [2] ایضاً: ص ۲۶۱

نواب امیر خاں کی صف میں نظر آنے لگیں۔ مولوی محمد اسمٰعیل پانی پتی نے ایسے لوگوں کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

"سر سید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید، انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی اُن کے خلاف جہاد کا اعلان کیا بلکہ سر سید کے اس بیان کی تائید بعد کے متعدد مورخوں نے بھی کی ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن نے ترجمانِ وہابیہ مطبوعہ امرتسر کے صفحہ ۱۲۱، ۸۸ پر، نیز سوانح احمدی مولفہ محمد جعفر تھانیسری میں بیس مقامات پر، اسی طرح حضرت شاہ اسمٰعیل کے سوانح موسوم حیاتِ طیبہ کے صفحہ ۱۸۹، ۲۹۲، ۲۹۴ پر اس خیال کو پیش کیا گیا ہے مگر حال میں بعض اصحاب نے ان حقائق کے برخلاف یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور حضرت شاہ اسمٰعیل کا اصل مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا، لیکن ظاہر ہے کہ ایسے حضرات کا یہ بیان واقعات کے مطابق نہیں اور نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے۔" [1]

وہابیت کا ننگ بنیاد رکھنے اور انگریز بہادر کی حمایت پر تن من دھن سے کمربستہ رہنا تو بیان ہوا۔ اب تحریک جہاد کے سلسلے میں سید احمد صاحب کا سراسر جھوٹا اور شیطانی الہام بھی ملاحظہ ہو۔ تھانیسری صاحب لکھتے ہیں:

"اکثر مولفوں کی تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ وعدۂ فتح پنجاب کے الہام کا آپ کو ایسا وثوق تھا کہ آپ اس کو سراسر صادق اور ہونے والی بات سمجھ کر بارہا فرمایا کرتے تھے اور اکثر مکتوبات میں لکھا کرتے تھے کہ اس الہام میں وسوسۂ شیطانی اور شائبۂ نفسانی کو ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ ملک پنجاب ضرور میرے ہاتھ پر فتح ہوگا اور اس فتح سے پہلے مجھ کو موت نہ آئے گی۔" [2]

---

[1] مقالاتِ سرسید، حصہ نہم، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰۰
[2] حیاتِ سید احمد شہید، ص ۲۹۱

مولوی محمد جعفر تھانیسری نے یہ انکشاف بھی کیا ہے:

"سید محمد یعقوب آپ کے بھانجے سے روایت ہے کہ بروقت روانگی خراسان آپ (سید احمد صاحب) اپنی ہمشیرہ یعنی والدۂ سید محمد یعقوب سے رخصت ہونے گئے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور یہ بات یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا کفر اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہو جائیگی اللہ رب العزت مجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق پر حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے رو برو مر گیا یا مارا گیا تو تم اُس کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدۂ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ پر پورا کر کے مارے گا۔ آپ کے سفر جہاد سے پہلے، غالباً سفر حج ہیں، آپ کو یہ الہام ربانی ہوا تھا کہ ملک پنجاب آپ کے ہاتھوں پر فتح ہو کر پشاور سے دریائے ستلج تک مثل ملک ہندوستان کے رشک افزائے چمن ہو جائے گا۔ چنانچہ اِن متواتر وعدہ ہائے فتح سے آپ کا ہر ایک مرید واثق تھا۔" [1]

یار محمد خاں حاکم یاغستان کے نام مکتوب میں سید احمد صاحب نے یہ بھی تحریر کیا تھا:

"یہ فقیر اس خصوص میں غیبی اشارہ کی بنا پر مامور ہے اور اُس مبشر کی اس بشارت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہرگز ہرگز کسی شیطانی وسوسہ اور نفسانی خواہش کا شائبہ اس الہام رحمانی میں شامل نہیں ہے۔" [2]

شہزادہ کامران کے نام خط لکھتے ہوئے بھی سید احمد صاحب نے اس الہام اور وعدۂ فتح کا ذکر یوں کیا تھا:

"اس عاجز کو جہاد کے اجراء اور کفر و فساد کے اٹھانے کے لیے غیب سے مامور

---

[1] حیاتِ سید احمد شہید، ص ۱۴۱، ۱۴۲
[2] مکتوباتِ سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ص ۴۱

کیا گیا ہے اور فتح و نصرت کی بشارتیں پہنچانے والا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مکرر، سہ کرر الہام ربانی اور روحانی مکالمہ کے ذریعے اپنے لطف و کرم سے مجھ کو اس کی اطلاع دی گئی ہے۔ ہرگز ہرگز کوئی شیطانی وسوسہ یا خواہشات نفسانی اس میں شامل نہیں ہے۔" [1]

شاہِ بخارا کے نام لکھے ہوئے مکتوب میں بھی سید احمد صاحب نے وعدۂ نصرت، مژدۂ فتح اور روحانی مکالمے و الہام کا یوں ذکر کیا؛

"قیامِ جہاد کے معاملے اور کفر و فساد کے رفع و دفع کرنے کے لیے الہام اور روحانی مکالمہ کے ذریعے غیبی امامت سے اس فقیر کو مشرف فرمایا اور ہم کو فتح و نصرت کے متعلق ایسی بشارتوں کا مخبر اور اُس پروردگارِ عالم کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اور سید المرسلین کی سنت کے احیاء اور سرکش کافروں کی بیخ کنی اور بنیاد کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے مامور فرمایا ہے اور اپنے سچے وعدوں کے بموجب مظفر و منصور کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔" [2]

اس شیطانی اور سراسر جھوٹے الہام کا سید احمد صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کا اُستاد بن کر خوب نشر و اشاعت کی۔ خوب فتح کے وعدے خدا کی جانب سے بتا کر عوام و خواص کو دھوکا دیا۔ کیا ہے کوئی سید احمد صاحب اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کا حمایتی جو اس فریب کاری کو درست منوانے کی ہمت کر کے مردِ میدان بنے ورنہ اپنے اِن اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کے پھندے سے نجات حاصل کر کے حق و صداقت قبول کرے۔ اِن حضرات کا چوتھا کارنامہ یہ ہے کہ سرحد کے مسلمانوں کو انگریز کی ہدایت کے بموجب زیر کرنا تھا۔ جب بعض حضرات پر اِن کی فریب کاری کا پردہ کھلا، اِن کے دشمنِ دین و ایمان ہونے کا راز ملا تو وہ حمایت سے ہٹنے لگے۔ دریں حالات انھیں تہ تیغ کرنے کی خاطر کفر و ارتداد و نفاق کے فتوے جڑے جانے لگے۔ خاندانِ سید احمد کے چشم و چراغ مولوی ابوالحسن ندوی نے ایسے لوگوں کے بارے میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ایک فتویٰ

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی؛ ص ۵۵ [2] ایضاً؛ ص ۸۰

یوں نقل کیا ہے؛

"پس آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی۔ جو آپ (سید احمد) کی امامت سرے سے تسلیم ہی نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کر دے وُہ باغی مستحل الدم ہے اور اُس کا قتل، کفار کے قتل کی طرح عین جہاد اور اُس کی بے عزتی تمام اہلِ فساد کی طرح خدا کی عین مرضی ہے، اِس لیے کہ ایسے لوگ بحکمِ احادیث متواترہ، کلاب النار اور ملعونین اشرار ہیں۔ اِس مسئلہ میں اِس ضعیف (مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی) کا یہی مذہب ہے اور معترضین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے نہ کہ تحریر و تقریر۔" [1]

اس ظالمانہ فتوے اور خلافِ دین و دیانت طرزِ عمل پر کسی تبصرے کی حاجت ہی کیا ہے۔ سید احمد صاحب جیسے دشمنِ ملتِ اسلامیہ کی اطاعت کو واجب قرار دینا بانیِ وہابیت و مبلغِ خارجیت ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ مسلمانوں سے یہی سلوک نہ کرتے تو ان سے اور کیسے سلوک کی توقع وابستہ کی جا سکتی تھی! دہلوی صاحب مذکور نے یہ بھی وضاحت کی ہے؛

"یہاں دو معاملے درپیش ہیں۔ ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کے ارتداد کا ثابت کرنا اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور اِن کے اموال کو جائز قرار دینا۔ اِس بات سے قطع نظر کہ وُہ اُن کے ارتداد پر یا اُن کی بغاوت پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ اِس کا آیا کوئی سبب ہے یا کچھ اور ہے جبکہ بعض اشخاص کے مقابلہ میں اُن کا مرتد ہونا ثابت ہو چکا ہے اور بعض کے متعلق بغاوت یا اِس کا کوئی سبب۔ اگرچہ کہ پہلا طریقہ ہمارے پاس وہی یعنی تحقیق اور تفتیش کرنا ہے کیونکہ ہم اِن فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں۔" [2]

اگر مسلمانانِ اہلسنت و جماعت فتنہ پرداز نہ سہی کم از کم فتنہ پردازوں سے بدلہ لینا ہی پسند کرتے تو اسی وقت وہابیوں کو کچا چبا گئے ہوتے جب یہ سرحد میں کفر و ارتداد کے فتوے لگا کر مسلمانوں کے

---

[1] سیرت سید احمد شہید، جلد اول؛ ص ۲۰۵ [2] مکتوبات سید احمد شہید؛ ص ۲۴۱

خُون سے ہولی کھیل رہے تھے۔ اُس وقت سیکڑوں مسلمانوں کے حصّے میں مشکل سے ایک دو پائی آتا۔ تلوار کا سارا گھمنڈ خاک میں ملا دیا جاتا لیکن مسلمانوں میں بُردباری رہی ہے اور رہے گی حالانکہ وہابی حضرات اپنے روزِ اوّل ہی سے ملّتِ اسلامیہ کے لیے مارِ آستین ثابت ہوتے رہے ہیں چنانچہ خادی خاں کو قتل کرنے کے بعد اُس کے مال کو غنیمت کا مال شمار کر کے وہابیوں میں تقسیم کر کے مسلمانوں کو واقعی کافر سمجھنے کا ثبوت پیش کر دیا تھا۔ دہلوی صاحب کا بیان ہے:

"موصوف (سید احمد) نے اُس (خادی خاں) کو کیفرِ کردار تک پہنچایا اور اُس کا مال تقسیم کر دیا بلکہ اُس کے ہتھیاروں کو گھوڑوں کو بھی ضرورت کے وقت استعمال فرمایا اور اُس کے دوسرے مال کو ضبط کر کے مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔" [1]

یار محمد خاں حاکمِ یاغستان اور اسکے ساتھیوں کے مال وجان کے متعلق بھی موصوف نے یُوں ظالمانہ فتویٰ صادر کیا تھا:

"یار محمد خاں بلا شک وشبہ اِس معاملہ میں ظلم وتعدّی کا رہبر تھا۔ ایسے رہبر کا قتل اور اُس کا مال ضبط کرنا بلکہ اُس ظالم رہبر کی فوج کا قتلِ عام اور اُس کی فوج کے تمام مال پر ہر قسم کا تصرف کرنا یعنی اُس کی فروخت اور تقسیم حسبِ شرع جائز ہے۔" [2]

اِس اینگلو انڈین فوج کے امیر، جناب سید احمد صاحب نے امیرِ قلات خان خاناں خلجائی کو خط لکھا، جس میں مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے اور اُنھیں بزورِ شمشیر مطیع کرنے کی یُوں ترغیب دی تھی:

"اپنی فوج اور قبیلہ کو جمع کر کے جنابِ والا خودغزنی کے نواح میں چھاپے مارنا شروع کر دیں اور اپنے ساتھیوں میں سے بعض کو قبائل اور فوج کی کثیر تعداد کے ساتھ کابل کے اطراف میں مقرر فرمائیں تاکہ یہ بھی منافقین پر شبخون مار کر اِس مقام کو تاخت وتاراج کر دیں اور میں بھی اِدھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید: ص ۲۴۴ [2] ایضاً: ص ۲۴۵

ہوتا ہوں۔ جب منافقین بدکار کی موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا اور اِس طرح پھر وہاں سے کابل جاؤں گا۔ اِس طرح مردود منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں اُن کے پاؤں ایسے اُکھڑ جائیں گے اور ہر شخص جو اپنے حال میں خود گرفتار ہے، بے دست وپا ہو کر آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا اور اُن کا باہم اتحاد اور اجتماع دشوار ہو جائے گا۔" [1]

اِس عبارت کو بار بار پڑھیے اور انصاف کی رُو سے بتائیے کہ پورے علاقے کے مسلمانوں کو بزورِ شمشیر زیر کرنے والے، اُن کے خون سے ہاتھ رنگنے والے مسلمانوں کے خیر خواہ تھے یا بد خواہ؟ مسلمان اِن کا ساتھ دیتے یا ملّتِ اسلامیہ کے اِن دشمنوں کی گردنیں مروڑ کر رکھ دیتے؟ کیا اب بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ تو صرف پنجاب کے سکھوں سے جہاد کرنے گئے تھے؟ جب سارے مسلمان ہی اِن حضرات کے نزدیک منافق تھے تو وُہ اِن کا ساتھ دیتے یا میدان میں فیصلہ کرتے؟ سید احمد صاحب نے یار محمد خاں کے معتمد ومتوسل یعنی احمد خاں بن لشکر خاں کو مسلمانوں کا ساتھ چھوڑنے اور اپنے ساتھ ملانے کی یُوں تحریص دی تھی:

"اللہ نے چاہا تو اُس بادشاہِ جبّار اور مالکِ قہّار کے دبدبہ وقوت سے اِن تمام بدکردار منافقوں کی شان وشوکت آسانی سے تھوڑے ہی عرصہ میں خاک میں مل جائے گی۔ انشاء اللہ آپ اُس قادرِ مطلق کی قدرت کا تماشہ ملاحظہ فرمائیں اور منافقوں کے ساتھ رواداری کو پروردگارِ عالم کی خاطر اور رضاجوئی پر قربان کر دیں۔" [2]

مسلمانوں کو اِن خوارج کے بقیۃ السلف نے کس نظر سے دیکھا اُس کی ایک جھلک قارئینِ کرام کے سامنے پیش کر دی۔ اب پانچویں مرحلے میں اِن حضرات کی عیّاشی اور حرام کاری کے نمونے ملاحظہ ہوں۔ مثلاً مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے:

"سید صاحب نے صدہا غازیوں کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا تھا جو شرعِ محمدی

---

[1] مکتوبات سید احمد شہید: ص، ۴، ۴۸ [2] ایضاً: ص ۱۴۱

کیوں جناب! تقریباً ایک ہزار عمّال سے لے کر قاضی و مفتی تک اور امیرالوہابیہ سے امیرالبحر تک، اُس سارے طائفے میں شرم و حیا، یا دین و دیانت نام کی کوئی چیز باقی تھی؟ چار دن کی "سِکّہ" شاہی میں بدچلنی سے کس طرح غضبِ الٰہی کو اپنے اُوپر مسلط کیا جا رہا تھا؟ سادہ طور پر اُس پر اپنی مُہر کردی —— سید صاحب کی بھی اُس پر مُہر ہوگئی —— کیا معصومیت ہے، جس سے تقویٰ و طہارت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی گئی۔ یہ کچھ دیکھنے کے بعد اب چھٹا گوشہ یہ بھی ملاحظہ فرمایا جائے کہ ان اینگلو انڈین مجاہدین نے مسلمانوں پر قیامت ڈھاتے ہوئے جہانداری و جہانبانی کی کیسی مثال قایم کی۔ مرزا حیرت دہلوی رقمطراز ہیں:

"ایک ایک چھوٹے ضلع، قصبہ اور گاؤں میں ایک ایک عمّال سید صاحب کی طرف سے مقرر ہُوا تھا۔ وہ بیچارہ جہانداری کیا خاک کرسکتا۔ اُلٹے سیدھے شریعت کی آڑ میں نئے نئے احکام بیچارے کسانوں پر جاری کرتا تھا اور وہ اُف نہ کرسکتے تھے۔ کھانا پینا، بیٹھنا اٹھنا، شادی بیاہ کرنا سب کچھ اُن پر حرام ہوگیا تھا۔ نہ کوئی منتظم تھا، نہ کوئی درد رس تھا۔ معمولی باتوں پر کفر کا فتویٰ ہوجانا کچھ بات ہی نہ تھا۔ ... ذرا کسی کی لبیں بڑھی ہوئی دیکھیں، اُس کے لب کتروا دیے۔ ٹخنوں کے نیچے تہ بند دیکھی، تختہ اڑا دیا۔

تمام ملک پشاور پر آفت چھا رہی تھی۔ انتظامِ سلطنت اُن مسجد کے مُلّاؤں کے ہاتھ میں تھا جن کا جلیس سوائے مسجد کے دیوار و در کے کبھی کچھ نہ رہا تھا اور اب اُن کو منتظمِ امورِ سلطنت بنادیا گیا تھا اور پھر غضب یہ تھا کہ اُن پر کوئی حاکم مقرر نہ تھا کہ پبلک اُن کی اپیل اعلیٰ حکام کے آگے پیش کرے۔ اُن ہی بے دماغوں کے فیصلے ناطق سمجھے جاتے تھے اور تسلیم کرلیا جاتا تھا کہ جو کچھ اُنھوں نے لکھا ہے اُس میں کوئی بات بھی قابلِ تنسیخ اور ترمیم نہیں ہے۔ کیسا ہی پیچیدہ مقدمہ ہوتا تھا اُس کی گھڑی بھر بھی تحقیق نہ کی جاتی تھی۔ نہ اُس پر غور کیا جاتا تھا۔ بس مُلّاں جی کے سامنے گیا اور اُنھوں نے جھٹ سے فیصلہ دے دیا۔ کون جھک جھک کرے اور کون تحقیق کی تکلیف برداشت کرے۔ سید صاحب کی خدمت میں

شکایتوں کی عرضیاں گزر رہی تھیں مگر وہاں کچھ بھی پُرسش نہ ہوتی تھی۔" [1]

قارئینِ کرام! گزشتہ سطور میں ہم نے ان نام نہاد مجاہدین کے چند مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ جو کچھ کہا ہے ان حضرات کی مسلّمہ کتبِ تواریخ سے کہا ہے۔ عبارتوں کو سیاق و سباق سے علیحدہ کرنے یا اپنی جانب سے مفہوم و مطالب کا رنگ بھرنے کی ہرگز کوئی کوشش نہیں کی۔ ان تمام امور کو غیر جانب دار ہو کر ذہن میں رکھیے اور انصاف کا دامن مضبوطی سے تھام کر اِس البیلے گروہِ مجاہدین کے بارے میں مودودی صاحب کی تحقیق کا نچوڑ ملاحظہ فرمائیے، جو اُنھوں نے ان لفظوں میں پیش کیا ہے:

"اُن (سید صاحب اینڈ کمپنی) کو ایک چھوٹے سے علاقہ میں حکومت کرنے کا جو تھوڑا سا موقع ملا، اُنھوں نے ٹھیک اُسی طرح کی حکومت قائم کی جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا گیا ہے۔ وہی فقیرانہ امارت، وہی مساوات، وہی شوریٰ، وہی عدل، وہی انصاف، وہی حدودِ شرعیہ، وہی مال کو حق کے ساتھ لینا اور حق کے مطابق صرف کرنا، وہی مظلوم کی حمایت اگرچہ کمزور ہو اور ظالم کی مخالفت اگرچہ قوی ہو، وہی خدا سے ڈر کر حکومت کرنا اور اخلاق صالحہ کی بنیاد پر سیاست چلانا، غرض ہر پہلو میں اُنھوں نے اُس حکمرانی کا نمونہ ایک مرتبہ پھر تازہ کردیا جو صدیق و فاروق نے کی تھی۔" [2]

وہ حضرات اپنے قول و عمل سے خود اپنی تاریخ کی روشنی میں جو کچھ ثابت ہوتے ہیں مودودی صاحب کی تصریح اُس کے سو فیصد خلاف ہے۔ اُس چنگیز خانی کو صدیق و فاروق کی حکمرانی کا نمونہ اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ بتانا اُس شخص کا کام تو ہوسکتا ہے جو خوفِ خدا اور خطرۂ روزِ جزا سے بالکل عاری ہو ورنہ ایک صحیح مسلمان اور صاحبِ عقل و دانش انسان اتنی جسارت ہرگز نہیں کرسکتا کہ حقائق کا دن دہاڑے سرِ بازار مُنہ چڑانے لگے۔ اگر مودودی صاحب کے پاس اپنی خالص گپّوں کی صداقت کے دلائل و شواہد موجود ہوں تو مرنے سے پہلے اُنھیں وہ ضرور پیش

---

[1] حیاتِ طیبہ: ص ۲۴۲ [2] تجدید و احیائے دین، بار ہشتم: ص ۱۱۶، ۱۱۷

کر دینے چاہئیں تاکہ ایک جانب اُن کے ممدوحین کی پوزیشن صاف ہو جائے اور دوسری جانب قارئین کرام بھی یہ یقین کرنے اور مان لینے پر مجبور ہو جائیں کہ واقعی مودودی صاحب جو کچھ لکھتے ہیں وہ اُن کی ایجاد و اختراع نہیں بلکہ تحقیق کے ذریعے بے لاگ تجزیہ کرتے ہیں۔

احقر نے یہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ ۱۹ر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۵ر ستمبر ۱۹۷۶ء کو لکھ کر ایک ناشر کو دیئے تاکہ انہیں جماعتِ اسلامی کا شیش محل نامی کتاب کا دیباچہ بنالیا جائے۔ موصوف نے اُسی وقت اِن صفحات کی کتابت بھی کروالی تھی لیکن مذکورہ کتابت بارہ ۱۲ سال بعد اِس دیباچے سمیت اب ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء میں منظرِ عام پر آئی ہے۔

اب بعض احباب اِسے علیحدہ کتابی صورت میں منظرِ عام پر لا رہے ہیں۔ اگر اِن سطور میں کوئی کام کی بات کہہ سکا ہوں تو وہ میرے ولیٔ نعمت، مُرشدِ برحق، سابق مفتیٔ اعظم دہلی، حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء) کی نگاہِ لطف و کرم کا کرشمہ ہے جبکہ جملہ غلطیاں اور خامیاں میری نااہلی کے باعث ہیں۔ خدائے ذوالمنن اِس کاوش کو میرے لئے باعثِ کفارۂ سیئات، توشۂ آخرت اور ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

گدائے درِ اولیاء،

عبدالحکیم خاں اختر

مجدّدی، مظہری، شاہجہان پوری

لاہور

۹ر شعبان المکرم ۱۴۰۸ھ

مطابق ۲۷ر مارچ ۱۹۸۸ء

ادارۂ معارفِ نعمانیہ

از سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

جاں فزا اور روح پرور گلشنِ نعمانیہ
نور افشاں ہے سراسر گلشنِ نعمانیہ

طابعِ احکامِ سنّت، ناشرِ وحیِ اللہ
گم رہوں کا ہے یہ رہبر گلشنِ نعمانیہ

نکہتیں پھیلی ہیں ہر سو اس سے علم و فضل کی
کر گیا ہر شے معطّر گلشنِ نعمانیہ

اس کے ہر انداز میں تبلیغِ دیں کی تابشیں
ہے فروزاں آج گھر گھر گلشنِ نعمانیہ

کر رہا ہے حق ادا یہ دین کی تبلیغ کا
کیوں نہ ہو پھر ہر زباں پر گلشنِ نعمانیہ

ہے امام بو حنیفہ کا خصوصی فیض یہ
آج ہے ہم کو میسّر گلشنِ نعمانیہ

بن گیا مہجور ہے یہ کاوشِ احباب سے
علم و عرفاں کا مقدّر گلشنِ نعمانیہ